

الدليل القوي

على

شرك القبلة للمقتدى



تأليف

محمد طه مكي محمد مولا احمد علي محمد سها توفيق

مدرس تعليم القرآن في مصر

مراجعة

دكتور ايسح بن زكريا دكاند فلوحي

ناشر

مكتبة الشريعة

مطبعة دار الفکر للطباعة والنشر

الدلیل القوی على ترك القراءة للمقتدى

تالیف
محدث جلیل حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری
[محشی صحیح بخاری و ترمذی و مشکوٰۃ وغیرہ]

مرتبہ
نور الحسن راشد کاندھلوی

ناشر
مکتبۃ نور
مولویان، کاندھلہ، ضلع شاملی۔ یوپی۔ انڈیا

[سلسلہ مطبوعات حضرت مفتی الہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ]

| | |
|-------------|--------------------------------------|
| تالیف لطیف: | الدلیل القوی علی ترک القراءۃ للمقتدی |
| مرتبہ: | نور الحسن راشد کاندھلوی |
| کل صفحات: | [۸۰] اسی |
| طابع: | مفتی الہی بخش اکیڈمی کاندھلہ |
| طباعت: | ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ |
| کمپوزنگ: | شہاب الدین بستوی 09027397611 |
| مطبع: | مفتی الہی بخش اکیڈمی کاندھلہ |
| تعداد: | گیارہ سو [۱۱۰۰] |
| قیمت: | |

MAKTABA-E-NOOR

Moulviyan, Kandhla, Distt. Shamli (U.P)

India.247775 Mb:09358667219

مضامین و مندرجات

| نمبر شمار | عناوین | صفحہ |
|-----------|--|------|
| ۱ | فہرست کتب | ۳ |
| ۲ | زیر نظر تالیف اس کے محرکات اور اس کی فارسی، اردو اشاعت | ۵ |
| ● | الدلیل القوی علی ترک القراءة للمقتدی | |
| ۱ | سوال: حدیث عبادہ سے متعلق، جواب: سائل کو اصطلاح اہل حدیث کی اطلاع کم ہے | ۲ |
| ۲ | فائدہ جدیدہ: کہ صحت وضعف کا حکم قبیلہ اجتہاد سے ہے | ۳ |
| ۳ | سوال: وجوب مطلق قرأت کا حکم، امام و مقتدی پر آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ جواب: من کان لہ امام فقراء الامام لہ قراءۃ | ۱۳ |
| ۴ | سوال: لا صلوة لمن لم یقرأ بها۔ جواب: آیت مذکورہ میں دو قسمیں ہیں | ۱۵ |
| ۵ | سوال: لا صلوة الا بفاتحة الكتاب۔ جواب: اس کا مشہور ہونا غیر مسلم ہے | ۱۶ |

| | | |
|----|--|--------|
| ۶ | سوال: من صلى صلوة لم يقرأ فيها الخ. جواب: واذا قرأ القرآن | ۳۸، ۳۷ |
| ۷ | فائدہ: معنی حدیث ابو ہریرہ کے بھی موافق | ۴۲ |
| ۸ | سوال: سقوط قرأت کا مقتدی ہے | ۵۲ |
| ۹ | بطلان اس کا متعدد وجوہ سے ہے | ۵۲ |
| ۱۰ | وجہ اول | ۵۲ |
| ۱۱ | وجہ ثانی | ۵۲ |
| ۱۲ | وجہ سوم | ۵۷ |
| ۱۳ | وجہ چہارم، پنجم | ۶۰ |
| ۱۴ | سوال: واذا قرأ القرآن. کا ظاہری مطلب | ۶۱ |
| ۱۵ | جواب: قول چند وجوہ سے مرفوع | ۶۲ |
| ۱۶ | وجہ اول: حکم خدا پاک کو اپنی رائے سے | ۶۲ |
| ۱۷ | وجہ دوم: اگرچہ بعض آثار سے ثبوت | ۶۴ |
| ۱۸ | حکایت: شان امام اعظم سے متعلق | ۷۰ |
| ۱۹ | امام اعظم کی فراست سے متعلق | ۷۱ |

زیر نظر تالیف اس کے محرکات

اور اس کی فارسی، اردو اشاعت

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

محدث جلیل، عالم کبیر، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری ولادت ۱۲۲۵ھ، وفات ۱۲۹۸ھ برصغیر ہند و پاکستان کی تاریخ میں، متعدد حیثیتوں سے منفرد تھے۔ حضرت مولانا نے، حدیث شریف کے بنیادی اہم ترین کتابوں کے، متون کی تصحیح، حاشیہ نویسی اور اعلیٰ درجہ کی شایان شان طباعت کی جو متواتر و مسلسل خدمت انجام دی ہے، اس میں حضرت مولانا، بلاشبہ فروریڈ اور بے مثال تھے۔

حضرت مولانا کی مرتبہ کتابوں اور ان کے حاشیوں سے، برصغیر ہند کے علاوہ اور ملکوں کے تعلیمی، تصنیفی اداروں میں ہمیشہ استفادہ کیا جاتا ہے، اور بظاہر صدیوں تک یہ روایت اور فیضان اسی طرح جاری رہے گا۔

لیکن ان بڑی خدمات، علمی کاموں کی ہمہ وقت مشغولی درس و تعلیم کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود، حضرت مولانا اور دینی اصلاحی خدمات سے بے توجہ نہیں رہے۔ ضروری دینی اصلاحی موضوعات پر تحریرات و فتاویٰ لکھنے کے علاوہ، چند رسائل بھی تحریر کئے، حضرت مولانا کی ایسی ہی تحریرات و مؤلفات میں سے، ایک یادگار تالیف: ”الدلیل القوی علی ترک القراءۃ للمفتدی“ بھی ہے۔

اگرچہ ایسے موضوعات پر، جن کا براہ راست حدیث سے رابطہ ہے، لکھنا اور مناسب رہنمائی فرمانا، خدمت حدیث ہی کا ایک پہلو تھا، مگر حضرت مولانا نے اس پر تحریر و تردید اور اختلاف و مباحثہ کو کبھی پسند نہیں کیا۔ حضرت مولانا احمد علی کے مرتبہ، حدیث کی کتابوں کے حاشیے پڑھنے والے، اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت مولانا نے ان حاشیوں میں، فقہی اختلافات و دلائل کو، اختلاف رائے تک محدود رکھا ہے، مناقشہ اور مباحثہ کا رنگ دینے سے احتیاط برتی ہے۔ کیونکہ یہ حضرت مولانا کا مزاج ہی نہیں تھا۔ الدلیل القوی کے آغاز پر صراحت فرمائی ہے کہ:

”اس ضعیف کے درمقدمات اختلافیہ، بحث و تنازع را مستحسن نمی پندارد، بار دیگر ہم بجوابش، بطور سابق کنارہ و زنیہ، دفع الوقایہ بایں نہج کردہ ام کہ مؤطا محمد را، ازیں جابر آوردہ، پیش سید ضامن علی صاحب نہاد کہ ازیں کتاب، چندیں روایات کہ از اخبار و آثار ذکر کردہ است، نقل کردہ باید فرستاد۔ باز مرتبہ سویم، جواب روایات ہمہ رقم شدہ، سید صاحب ممدوح کہ واسطہ اس تحریر فیما بین بودند، بس تاکید و اصرار فرمودند، دریں معنی کہ یک بار جواب ایں امر متوجہ شدہ باید نوشت۔

ہر چند ایں امر مرغوب طبعم نبود، و نیز فرصت دست غمیدہ، لیکن سبب کمال تاکیدات سید ضامن علی صاحب و نیز بھور ایں کہ، مولوی محمد شاہ، ہم مرد دین دار ہستند، و غرض ازیں تحقیق دارند، نہ بحث و جدل! طوعاً و کرہاً ایں چند کلمات بسلک تحریر کشیدم“ ۱۔

(۱) [طبع اول، احمدی دہلی: ۱۴۲۰ھ]

تاہم حضرت مولانا نے قرآنہ خلف الامام کے موضوع پر، ممتاز عالم، مولانا محمد بن عبدالقادر لدھیانوی کی درخواست بلکہ مسلسل اصرار پر، ایک تحریر مرتب فرمائی تھی، یہ تحریر فارسی میں تھی، حضرت مولانا نے اس کو: ”الدلیل القوی علی ترک القرآن للمقتدی“ کے نام سے موسوم کر کے، اپنے مطبع احمدی، دہلی سے شعبان ۱۲۷۰ھ [مئی ۱۸۵۳ء] میں شائع کر دیا تھا۔ اس کے سرورق کی عبارت یہ ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی رکعة لم یقرأ فیہا

بأم القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام

الحمد لله کہ رسالہ عجیبہ غریبہ موسومہ

بالدلیل القوی علی ترک القراءة للمقتدی

در بیان ترک قرآنہ فاتحہ خلف الامام

بمطبع احمدی واقع دہلی باہتمام ظفر علی

بمہ شعبان ۱۲۷۰ھ من ہجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبع گروید

یہ اشاعت صرف چوبیس صفحات پر مشتمل ہے، فی صفحہ انیس سطریں ہیں، نہایت عمدہ کتابت ہے، سفید نفیس کاغذ پر چھپی ہے۔

الدلیل القوی کے فارسی نسخہ کی، ایک صاف اچھی نقل، مدرسہ رحمانیہ مولگیہ کے کتب خانہ میں موجود ہے جو راقم کی نظر سے گزری ہے، اس کا صاف فوٹو اسٹیٹ ہمارے

ذخیرے میں ہے۔ یہ نسخہ غالباً حضرت مولانا محمد علی مونگیری کے قلم کی یادگار ہے، مولانا محمد علی مونگیری، حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کے شاگرد تھے۔

مولانا لدھیانوی نے، الدلیل القوی کے مندرجات کی اہمیت کی وجہ سے، چاہا، کہ اس کا اردو میں ترجمہ بھی شائع ہو۔ حضرت مولانا کو، مولانا لدھیانوی کے علمی مقام اور خدمت حدیث کی وجہ سے ان کی خاطر عزیز تھی، اس لئے، فرمائش کو قبول کرتے ہوئے، اس کا اردو میں ترجمہ بھی فرمایا۔

یہ ترجمہ اصل فارسی متن کے عنوان سے شائع ہوا، اردو ترجمہ انچاس صفحات پر مشتمل ہے، فی صفحہ اکیس سطریں آئی ہیں، اس کا قلم فارسی نسخہ کی نسبت کچھ باریک ہے اور ویسا عمدہ اور صاف بھی نہیں ہے، اردو ترجمہ:

”مطبع رحیمی، منشی عصمت اللہ، سرانے نواب علی محمد خاں سے چھپا تھا“

مقام طباعت درج نہیں، غالباً لدھیانہ کا چھپا ہوا ہے، ۸۸ھ جب ۱۸۹۵ء [۹ جولائی ۱۸۷۸ء] کو، اس کی طباعت مکمل ہوئی تھی۔

الدلیل القوی کی اردو طباعت کے آخر میں، الدلیل القوی کی تالیف اور اردو ترجمہ کے محرک و ناشر، مولانا محمد بن عبدالقادر لدھیانوی کی ایک مختصر تالیف: ”رسالہ فی منع شرب الدخان“ چھپا ہے، جو فارسی میں ہے اور صرف چھ صفحات پر مشتمل ہے۔ الدلیل القوی کے اردو متن کے سرورق کی عبارت اس طرح ہے:

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون

(۱) مولانا محمد بن عبدالقادر لدھیانوی، حدیث کا ذوق رکھتے تھے، حضرت مولانا احمد علی سے تلمذ تھا، مولانا امام محمد کا متن سمجھ کر کے اور اس پر حاشیہ لکھ کر شائع کیا تھا اور بھی متعدد خدمات ہیں علی کاموں میں حضرت مولانا احمد علی کے معین تھے۔

للہ الحمد والمنة کہ سعی مالا کلام مولوی محمد بن مولانا مولوی عبدالقادر
صاحب مرحوم لودی انوی، ترجمہ

الدلیل القوی علی ترک القراءة للمقتدی

کہ از تصنیفات وافادات، برآس العلماء العالمین و رئیس الفقہاء والمحدثین، مولانا الحاج
الحافظ مولوی احمد علی سہارنپوری، ادام اللہ ظلہ العلیٰ ہست

در مطبع رحیمی فشی عصمت اللہ

واقعہ سرانے نواب علی محمد خاں صاحب مطبوع گردید

اس کی طباعت کا بھی مولانا لدھیانوی نے اہتمام کیا تھا۔

اگرچہ حضرت مولانا نے خود اس کی طباعت و اشاعت پر توجہ نہیں فرمائی تھی، مگر اس کے
علمی وزن اور دلائل کا یہ اثر ہوا کہ مولانا محمد سعید بنارس کے الفاظ میں:

”اعظم گدھا اور اس کے اطراف میں لوگوں نے آمین بالجبر کہنا چھوڑ دیا تھا“۔^۱

مولانا سعیدی صاحب نے اس کا جواب لکھنے کی بھی کوشش کی تھی، مگر جواب نامتام رہا،
تاہم اس سے مراجعت و استفادہ جاری رہا، مگر یہ اس تالیف کی تالیف و افادیت کا صرف ایک
پہلو ہے۔

اس کی ایک اور اہمیت یہ ہے کہ یہ ترجمہ یا تالیف، حضرت مولانا احمد علی کی اس وقت تک
معلوم واحد مفصل اردو تصنیف و تحریر ہے۔ حضرت مولانا کے اردو میں فقط چند خطوط اور ایک یادو،
فتوے، معلوم ہیں، حضرت مولانا کی الدلیل القوی کے علاوہ، اردو میں کوئی اور تصنیف معلوم
نہیں ہے، اس لئے اس کو، حضرت مولانا کی اردو نثر کی ایک یادگار اور علمی تحفہ کے طور پر، قارئین
گرامی کی خدمت میں پیش کرنے کی، سعادت و مسرت حاصل ہو رہی ہے۔

طباعت کے لئے اردو نسخہ کا، فارسی متن سے مقابلہ کیا گیا، تو معلوم ہوا، کہ یہ فارسی کا فقط ترجمہ نہیں ہے، حضرت مولانا نے فارسی نسخہ کے مندرجات پر، متعدد اضافے کئے ہیں اور فارسی نسخہ کے بعض عبارتوں اور مندرجات کو نظر انداز بھی کر دیا ہے، اس لئے اس کی افادیت و اہمیت فارسی نسخہ سے بڑھ کر ہے۔ اس تالیف کے جو مراجع ہماری دسترس میں تھے، ان سے رجوع کر کے دستیاب مطبوعہ نسخوں کا حوالہ درج کر دیا ہے۔

نور الحسن راشد کاندھلوی

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ

۲۱ جنوری ۲۰۱۶ء

بسم الله الرحمن الرحيم

بعد الحمد والصلوة! عرض کرتا ہے خادم المطلبہ احمد علی سہارنپوری، کہ سبب تحریر رسالہ:
 ”الدلیل القوی علی ترک القراءة للمقتدعیہ ہواتھا، کہ ایک محب قلبی اعنی سید ضامن
 علی صاحب سہارنپوری نے، ایک مرتبہ اس عاجز سے یوں فرمایا، کہ جناب مولوی محمد شاہ
 صاحب لدھیانوی نے، استفسار کیا ہے کہ حدیث عبادہ بن صامتؓ در باب قرآن فاتحہ خلف
 امام ثابت ہے، یا نہیں۔ بر تقدیر ثبوت، خفی اس حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں، میں نے
 کہا البتہ حدیث مذکور ابوداؤد وغیرہ نے نقل کی ہے اور تمسک خفیوں کا آیت: ”وَإِذَا قَرَأْتَ
 الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ (۱) ہے۔

سید صاحب ممدوح نے یہی جواب مولوی محمد شاہ صاحب کو تحریر کر دیا، مولوی محمد شاہ
 صاحب نے دوبارہ پھر کچھ تحریر کیا، یہ عاجز جو مقدمات اختلافیہ میں بحث کو اچھا نہیں سمجھتا،
 دوبارہ پھر جواب سے کنارہ کشی کر کے موطا امام محمد کا، رو برو سید صاحب ممدوح کے رکھ دیا، کہ
 اس میں سے، احادیث منع قرأت کی نقل کر کے بھیج دو۔

تیسری دفعہ پھر مولوی محمد شاہ صاحب کا خط جواب ان روایات میں آیا، پھر سید صاحب ممدوح
 نے تاکید اس عاجز کو ارشاد کیا، کہ جواب اس مسئلہ کا توجہ تام سے لکھنا چاہئے، اگرچہ یہ
 امر مرغوب طبع اس عاجز کے نہیں تھا، اور فرصت بھی کم تھی، مگر بسبب کمال تاکید سید موصوف
 [۱] اور دینداری مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم کے، یہ رسالہ زبان فارسی میں تصنیف کیا گیا
 تھا، اب باستدعا بعض اہباء، ترجمہ اس کا زبان اردو میں کیا جاتا ہے۔ لاحول ولا قوۃ
 إلا باللہ وهو المستعان وعلیہ التکلان۔

سوال (۱) حدیث عبادہ بن صامتؓ کے جوابِ اودود وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے، صحیح ہے، (۲) اور اس میں صاف حکم ہے، مقتدی کو فاتحہ پڑھنے کا، اور روایت موطا امام محمد کی معارضہ حدیث صحیح مرفوع کا نہیں کر سکتی، علاوہ اس کے صحت اسانید روایات مذکورہ میں محل تامل کا ہے، کیونکہ صحت احادیث صحاح ستہ پر سب علماء کا اتفاق ہے اور دیگر کتب احادیث میں ثبوت اس امر کا بہت مشکل ہے اور جواب تعارض آیت کا ساتھ حدیث عبادہؓ کے یہ ہے کہ حدیث بالکل معارض آیت کی نہیں، بلکہ حدیث قصص آیت کی ہے کیونکہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ جب پڑھا جاوے قرآن، سنو تم اس کو اور چپکے رہو۔ اور مطلب حدیث عبادہؓ کا یہ ہے کہ مقتدی کو فاتحہ کا پڑھنا ضرور ہے۔

علاوہ بریں نماز سریہ میں بالکل تعارض نہیں، کیونکہ مفاد آیت کا یہ ہے کہ چپکار ہے، واسطے سننے کلام اللہ کے نماز سریہ میں، بسبب عدم استماع کے چپکے رہنا بھی لازم نہ ہوا، اس قدر خلاصہ بعض رسائل کا، بیچ دل اس عاجز کے محفوظ تھا، جواب اس کا عنایت ہو۔

جواب: پوشیدہ نہ رہے کہ عبارت سوال کی سے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو اطلاع اوپر اصطلاح اہل حدیث کے کم ہے، اس واسطے اولاً ذکر کرنا بعض اصطلاحات کا ضرور ہوا۔
فاقول وبالله التوفیق:

جاننا چاہئے کہ معنی صحیح ہونے حدیث کے نزدیک محدثین کے یہ ہیں:

(الصحيح) ما اتصل بسنده * بنقل العدل الضابط عن مثله

وسلم عن شذوذ وعلية، إذا قيل في حديث: إنه صحيح،

(۱) یہ سوال مولوی محمد شاہ کے خط کا ترجمہ ہے۔

☆ اصل میں "۱" مستند ہے۔

☆ اصل میں "الحدیث" ہے۔

فمعناه ما ذكرنا، ولا يلزم أن يكون مقطوعاً به في نفس الأمر، وكذا إذا قيل: إنه غير صحيح، فمعناه أنه لم يصح إسناده على هذا^{*} الوجه المعتبر، لأنه كذب في نفس الأمر. كذا في جواهر الأصول.^(۱)

یعنی جواہر الاصول میں لکھا ہے کہ حدیث صحیح، محدثین کے نزدیک وہ ہے، کہ علی الاتصال اسناد پہنچانے والے اس حدیث کے، نیک بخت ثقہ لوگ ہوں اور پکی ہوئی ہو وہ حدیث شذوذ اور علت سے، اور جب کہا جاوے کہ یہ حدیث صحیح ہے، پس معنی اس کے یہی ہیں جو ذکر کئے، ہم نے، اور نہیں لازم کہ وہ حدیث نفس الامر میں قطعی ہو، اور اسی طرح جب کہا جاوے کہ یہ حدیث صحیح نہیں، پس معنی اس کے یہ ہیں، کہ اسناد اس حدیث کی معتبر طور سے ثابت نہیں نہ کہ یہ حدیث نفس الامر میں جھوٹی ہے۔

پس اگر حدیث صحیح حد و اثر کو پہنچے، فائدہ یقین کا دے گی، اور اگر درجہ شہرت کو پہنچے، تسلی اور اطمینان بخشنے گی، اور اگر خبر واحد ہے تو فائدہ ظن کا دے گی، جیسا کہ بیان کیا ہے علماء نے اصول حدیث میں۔ پس حکم ساتھ صحت حدیث کے موقوف ہے اوپر شرائط مذکورۃ الصدر کے، اگرچہ حدیث صحاح ستہ میں نہ ہو، اور صحاح ستہ میں، سوائے صحیحین کے احادیث صحیحہ اور ضعیفہ موجود ہیں، اور نام رکھنا ان کا صحاح، باعتبار اغلب کے ہے، جیسا کہ شیخ عبدالحق دہلوی نے، بیچ مقدمہ ترجمہ مشکوٰۃ کے کہا ہے:

کتاب ستہ کہ مشہور اند، در ان اقسام احادیث از صحاح و حسان و ضعاف ہمہ موجود اند،

(۱) جواہر الاصول: ص: ۱۸-۱۷۔ تحقیق قاضی الطہر مبارک پوری [دار السلفیہ — بمبئی: بلا سنہ]

اصل میں "هذا" نہیں ہے۔

تسمیہ آں بصحاح☆ بطریق تغلیب است، اتھی۔^(۱)

بخاری اور مسلم نے اگرچہ صحیح کو اپنی دانست میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں داخل نہیں کیا، لیکن یہ نہیں کہ کل احادیث صحیحہ صحیحین میں درج کی گئی ہیں، امام بخاری خود فرماتے ہیں کہ ”نہیں داخل کی میں نے کوئی حدیث بخاری میں، سوائے صحیح کے اور نہیں داخل کیں میں نے بہت صحیح حدیثیں بخاری میں“ اور اسی طرح فرمایا ہے امام مسلم نے صحیح مسلم میں۔^(۲) پس حکم صحت اور ضعف کا نزدیک محدثین کے فقط باعتبار احوال رواۃ کے ہے اور حکم صحت جملہ احادیث صحیحین کا، اسی قبیل سے ہے۔

فائدہ جدیدہ (۲): (۳) حکم صحت اور ضعف حدیث کا قبیلہ اجتہاد سے ہے، مثلاً امام بخاری نے بموجب تحقیق اپنی کے، بخاری میں ایسی احادیث داخل کی ہیں، کہ جن کے راویوں کو امام بخاری نے بہت معتبر اور مستند جانا، اگرچہ وہ روایت باعتبار اجتہاد اور تفتیش اور محدث کے معتبر ہوں یا نہ ہوں، اسی واسطے بعض روایت احادیث صحیحین کے، بموجب تحقیق بعض محدثین کے مجروح و محوٹ فیہ بھی ہیں۔ ایسا ہی ذکر کیا ہے علامہ حلبی نے کبیری میں:

حيث قال: أفلا يكون ☆ الحكم بأصحية الشروط ليس مما

يقطع فيه بمطابقته الواقع، فيجوز/ كون الواقع خلافه، وقد

58

- (۱) اشع اللمعات: وصل۔ کتب ستہ کہ مشہور اندہ ص: ۸۸ [عکس نول کشور۔ مکتبہ: ۱۳۸۳ھ مجیدیہ۔ ملتان]
- (۲) (۱) ردوی عنہ قال: ما ادخلت في كتاب الجامع الا ما صح و تركت كثيرا من الصحاح لحال الطول صحيح البخاری: مقدمہ ص: ۴ [م: الاصلاح۔ مراد آباد: ۱۳۱۵ھ] صحيح المسلم: مقدمہ ص: ۶ [عکس اصح المطابع۔ دار الاشاعة العلمية کلکتہ: بلاسنہ]
- (۳) فائدہ جدیدہ: یعنی یہ فائدہ حضرت مؤلف نے اسی ترجمہ میں اضافہ فرمایا ہے۔ اصل فارسی تالیف میں یہ بحث اور گفتگو شامل نہیں تھی۔

☆ اصل میں ”افلا يكون“ نہیں ہے۔

☆ اصل میں ”ب“ نہیں ہے۔

أخرج مسلم في كتابه عن كثير^(۱) ممن لم يسلم من غوائل
الجرح، وكذا في البخاري جماعة تكلم فيه، فدار الأمر في الرواة
على اجتهاد العلماء، وكذا في الشروط، حتى من اعتبر شرطاً
والغاه الآخر يكون ما رواه الآخر، مما ليس فيه ذلك الشرط عنده
مكافياً لمعارضته المشتمل على ذلك الشرط وكذا فيمن ضعف
راوياً ووثقه الآخر، نعم تسكن نفس غير المجتهد* ومن لم يخبر
أمر الدوالي بنفسه إلى ما اجتمع عليه الأكثر. انتهى ملخصاً^(۲).

یعنی حکم اصح ہونے شرط کا، اس قبیلہ سے نہیں، کہ قطعیت اس کے نفس الامر ہی ہو،
پس جائز ہے کہ اصحیت بعض شرط کے مخالف ہو واقع کے، اور نہ سالم ہونا اکثر رجال مسلم
اور بخاری کا جرح اور کلام سے شاہد عدل ہے، اس مدعا پر بس مدار امر رواۃ اور شرط کا اوپر
اجتہاد علماء کے ہے، یعنی اگر اعتبار کیا کسی شرط کو ایک مجتہد نے اور نہ مانا اس کو دوسرے
مجتہد نے، پس حدیث نزدیک مجتہد دوسرے کے، بدون لحاظ شرط مجتہد اول کے معارضہ
پورا کر سکتی ہے۔ اس حدیث سے جو مجتہد اول نے بلحاظ شرط اپنے کے روایت کیا ہے، اسی
طرح اگر ضعیف کہا ایک روای کو ایک محدث نے اور قوی کہا اس کو دوسرے نے۔ یعنی مثلاً اگر
زید کو امام بخاری نے بموجب تحقیق اپنی کے ضعیف کر کے، اس کی روایت کو معتبر نہ سمجھا، اور کسی
اور محدث نے بموجب اجتہاد اپنے کے، زید کو قوی جان کر ساتھ روایت اس کے کی۔ پورا
معارضہ بخاری کی حدیث سے کر سکے گا، غرض بغیر مقلد کے، مجتہد کی تحقیق پر کسی کو تسلی حاصل
نہیں ہوتی۔

(۱) شرح فتح القدیر ۱/۳۴۵ توجیہ النظر الی اصول الاثر۔ ۲۹۹/۔ التقرير والنجیر ۳/۴۰۔

(۲) حلی کبیر: سنن الصلاة۔ فصل فی النوافل ص ۳۸۶ [سبیل اکیڈمی۔ لاہور ۱۳۹۹ھ]

ہذا اصل میں ”مقلد“ ہے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ صحیحین کی صحت پر اجماع ہونے کے پھر کیا معنی ہیں، تو جواب اس کا یہ ہے کہ امام بخاری اور مسلم نے بموجب تحقیق اپنی کے، صحیحین میں بجز حدیث صحیح الاسناد کے داخل نہیں کی، بخلاف ابن ماجہ وغیرہ کے، اور اجماع مذکور سے یہ مراد نہیں کہ تمام احادیث صحیحین، بموجب تحقیق کل محدثین کے صحیح الاسناد ہیں، کیونکہ مجرد حیات رجال بخاری اور مسلم کی، بموجب تحقیق اور محدثین کے، صاف دال ہے اوپر بطلان اس مدعا کے۔ اسی طرح دعویٰ مقدم ہونے حدیث بخاری اور مسلم کا، اوپر باقی احادیث کے، اگرچہ اسناد ان احادیث کے موافق شرط بخاری اور مسلم کے ہو، محض بے بنیاد ہے۔

قال في الكبير: لا يرجع ما في الصحيحين أو أحدهما، بما

قيل أصح الأحاديث، ما اتفقا عليه، ثم ما انفرد[☆] به البخاري، ثم

ما انفرد[☆] به مسلم، ثم ما اشتمل على شرطهما، ثم ما على

5

شرط البخاري، ثم ما على شرط مسلم، فإن ذالك تحکم

لا يجوز التقليد فيه، لأن الأصح، ۱ نماهي لاشتمال روايتهما

على الشروط. (۱)☆ انتهى۔

یعنی ترجیح دینی حدیث کو، بایں طریق کہ جو حدیث صحیحین میں موجود ہو، اس کو

سب احادیث سے معتبر جاننا، بعد اس کے جو حدیث صرف بخاری میں

موجود ہو، معتبر سمجھنا، بعد اس کے جو صرف مسلم میں موجود ہو، بعد اس کے جو

حدیث، بموجب شرط بخاری اور مسلم کے ہو، معتبر سمجھنا دعویٰ بلا دلیل ہے،

(۱) حلی کبیر: صفة الصلاة - فصل في النفل ص: ۷۰ [مطبع مجبائی۔ دہلی ۱۳۳۳ھ] ص: ۳۸۶۔

[سمیل اکیڈمی۔ لاہور ۱۳۹۹ھ]

☆ اصل میں ”نفرد“ ہے۔

☆ اصل میں ”الشرط“ ہے۔

کیونکہ اعتبار صحت حدیث کا، باعتبار احوال رواۃ کے ہے، نہ باعتبار اوراق بخاری اور مسلم کے، اور بیچ جواب حدیث بخاری کے، مسلم وغیرہ کی حدیث کو بیان کرنا اہل علم کا قدیم الزمان سے، دلیل کامل ہے، واسطے ابطال ترجیح مذکور کے۔

كما ذكر القسطلاني شارح البخاري في باب الإيلاء: وأجاب كمال الدين عن حديثي الباب بما أخرجه ابن أبي شيبة عن ابن عباس وابن عمر، قالوا: إذا أُلِيَ الحديث قال: ورجال هذا السند كلهم أخرج لهم الشيخان، فهم رجال الصحيح، فينتهض معارضاً، ولم يبق ۱ لا قول من قال: بأن أصح الحديث، ما في الصحيحين، ثم ما كان على شرطهما، ۱ لي آخر ما عُرف، قال: وهذا تحكم محض، لأنه ۱ إذا كان الغرض أن المروي على نفس الشرط المعبر عندهما فلم يفته ألا كونه لم يكتب في خصوص أوراق معينة ولا أثر لذلك، انتهى ملخصاً (۱)

اور علی وجہ التسليم نہیں ممکن جریان ترجیح مذکور کا، نسبت تمسکات باسمہ اربعہ کے، کیونکہ بخاری اور مسلم بعد اسمہ اربعہ کے تالیف کی گئی ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اور سوائے صحاح ستہ کے اور کتابیں حدیث کی بھی معتبر ہیں، اور ان میں بھی بہت حدیثیں صحیح اور واجب العمل ہیں اور بعضی صحاح ستہ میں نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے عجائب نافعہ میں فرمایا ہے، کہ کتاب موطا امام مالک کی صحیحین ہے اور روایات اس کتاب کے سب محدثین کے نزدیک معتبر ہیں، صحیح بخاری اور صحیح مسلم اگرچہ موطا سے دہ چند ہیں، مگر طریق

روایت اور تمیز رجال اور راہ اعتبار اور استنباط کا، موطا سے سیکھا ہے۔ پورا (۱) ہوا ترجمہ شاہ صاحب کے کلام کا بطور اختصار کے۔

اور اسی طرح منقول ہے شاہ ولی اللہ صاحب سے اور حاکم نے جو احادیث صحیحہ بخاری اور مسلم سے رہ گئی ہیں، اپنی کتاب مستدرک میں درج کی ہیں، اسناد ان احادیث کی، موافق شرط صحیحین کے ہے، یا موافق شرط بخاری، مسلم یا شرط صحیح ابن خزمیہ اور صحیح ابن حبان وغیرہ کے ہے۔ قطع نظر اس سے، اگر کوئی حدیث معمول بہ امام اعظم کی ہو اور صحاح وغیرہ میں اس حدیث کو ضعیف لکھا ہو، ضعیف کہنا/ ان کا بہ نسبت امام اعظم کے لائق قبولیت کے نہیں، [۱] کیونکہ ممکن ہے کہ تا پہنچنے ان محدثین کے، بسبب لحوق راوی مجروح کے ضعیف ہوگئی ہو اور امام اعظم کی سند میں وہ راوی نہ آیا ہو، بسبب اس کے کہ زمانہ امام اعظم کا، اس شخص سے مقدم ہو، یا اسناد امام اعظم کی دوسرے طریق معتبر سے ثابت ہو۔ حاصل کلام کا یہ ہے کہ متقدمین کو خدا تعالیٰ نے ایسی فضیلت دی ہے کہ متاخرین، متقدمین پر یوں اعتراض نہیں کر سکتے، کہ امام نے قوی اور صحیح حدیث کو ترک کر کے، ضعیف پر عمل کیا ہے، کیونکہ متقدمین کو خدا تعالیٰ نے سمجھ شریعت کی بسبب قرب زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، زیادہ تر عطا فرمائی تھی، اسی واسطے اصول میں لکھا ہے:

”حکم المعارضة بین السنتین المصیرا لی أقوال الصحابة“

یعنی اگر دو حدیثیں آپس میں مختلف ہوں، تو حکم اس کا یہ ہے کہ رجوع کیا جاوے طرف اقوال صحابہ کے۔

خاص کر قول فقہاء صحابہ، مثل خلفاء اربعہ اور عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ اور زید بن ثابتؓ وغیرہ کا دلیل قوی اور آئینہ ہے واسطے مراد شارع کے، خاص کر امر کثیر الوقوع

میں، مثل قرآن صلوٰۃ وغیرہ کے۔ یہاں تک کہ مخالف ہونا حدیث مرفوع کے اکثر صحابہ کا، ایسے مقدمہ میں خبر دینے والا ہے ساتھ ضعیف ہونے اس حدیث کے، کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ جو امر حضرت کے روبرو ثبوت کو پہنچ چکا ہو، پھر اس امر کو صحابہ کبار نے، بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یک لخت ترک کر دیا ہو۔

پس امر قرأت خلف امام کا، جو ہر روز پانچ دفعہ عمل میں آتا ہے، ایسا نہیں کہ توجہ نہ کی جائے طرف جمہور صحابہ کے، اور حالانکہ قرآن اور حدیث بھی، موافق قول ان کے ہو۔ بعد تمہید اس مقدمہ کے بیان کیا جاتا ہے، حال حدیث عبادہ بن صامت کا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے، بایں الفاظ روایت کیا ہے:

عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ قال: کنا خلف رسول ﷺ فی صلوۃ الفجر فقرأ رسول اللہ ﷺ فنقلت علیہ القراءة، فلما فرغ قال: لعلکم تقرؤون خلف امامکم، قلنا: نعم ہذا ۱۱ یا رسول اللہ ﷺ، قال: لاتفعلوا ۱۱ لا بفاتحة الكتاب فا نہ لاصلوۃ لمن لم یقرأ بها ۱۱

یعنی عبادہؓ نے کہا کہ تھے، ہم پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فجر کی نماز میں، پس پڑھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پس بھاری ہوئی قرأت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر، فرمایا بعد فارغ ہونے نماز سے، شاید تم پڑھا کرتے ہو پیچھے امام کے، کہا ہم نے ہاں! فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) سنن ابی داؤد: کتاب الصلاۃ۔ باب من ترک القراءة فی صلاۃ: ۱۱۹ ج: ۱ [در الا شاعة العلمیہ۔

کلکئہ: ۱۲۰۰ھ] تحقیق شیخ محمد عوامہ ص: ۵۲۱ ج: ۱، رقم الحدیث: ۸۱۹ [مؤسسۃ القرآن - بیروت: ۱۴۲۵ھ]

☆ اصل میں ”النسی“ ہے۔

☆ اصل میں ”رسول اللہ“ نہیں ہے۔

☆ اصل میں ”ہذا“ نہیں ہے۔

نے کہ نہ پڑھا کرو پیچھے امام کے مگر سورہ فاتحہ، کیونکہ جو شخص سورہ فاتحہ کو نہیں پڑھتا، نماز اس کی نہیں ہوتی۔

اس حدیث کی اسناد میں جو محمد بن اسحاق واقع ہے، اس کو شیخ ابن حجرؒ نے ”تقریب التہذیب“ میں یوں لکھا ہے:

محمد بن اسحاق بن یسار صدوق یدلس و راہی الشیعہ [۱] والقدر. (۱) یعنی یدلس اور مطعون تھا ساتھ راہی افضی اور قدریہ ہونے کے۔

اور روایت نسائی اور ابوداؤد کی سند میں نافع بن محمود (۲) واقع ہے، اور اس کو تقریب التہذیب میں مستور الحال لکھا ہے، یعنی اس کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کا کچھ علم نہیں، اور یحییٰ بن معین نے جو محدثین معتبرین اور ائمہ محققین علم حدیث سے ہیں، کہا ہے کہ جملہ استثنائے اس حدیث کا، سند معتبر سے ثابت نہیں، اسی واسطے ترمذی میں دوسری حدیث عبادہ کی کو جو بغیر اس جملہ کے مروی ہے، صحیح لکھا ہے، کیونکہ روایت اس حدیث کے، جو خالی ہے جملہ استثنائے سے سب معتبر ہیں۔ اور اسی واسطے بخاری میں بھی جملہ استثنائے والی حدیث کو داخل نہیں کیا، باوجودیکہ باب وجوب القراءۃ خلف الامام کا، بخاری میں موجود ہے، اگر حدیث عبادہ بن صامتؓ کی صحیح الاسناد ہوتی، تو امام بخاری اس حدیث کو ضرور داخل کرتا، اور نیز تصریح کی ہے زیلعی نے، کہ امام احمدؒ اور ایک جماعت نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے، اور نیز اس حدیث عبادہؓ کی ضعیف کرتی ہے دوسری حدیث عبادہؓ کی، جو ابوداؤد میں مروی ہے اور یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، کیونکہ روایت اس حدیث کے سب معتبر ہیں اور وہ حدیث یہ ہے۔

(۱) تقریب التہذیب لا بن حجر عسقلانی: ۳۱۳ [مطبع حمادی - دہلی ۱۲۷۱ھ] تحقیق: شیخ محمد عواد، ص: ۳۶۷، رقم: ۵۷۲۵ [مزار الکتاب مذیوبہ بلا سند]

(۲) نافع بن محمود بن الربیع و یقال اسم جده ربیعۃ، الانصاری، المدنی، نزہل بیت المقدس، مسطور ص: ۳۷۱، تحقیق: ۵۵۸، رقم: ۷۰۸۲۔

عن عبادة بن الصامت أنه عليه السلام قال: لا تقرأوا بشيء من القرآن ۱ ذا جهرت، إلا بآم القرآن (۱)۔

یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہرگز نہ پڑھے کوئی تم میں سے، کوئی لفظ قرآن کا، وقت بلند پڑھنے کے میرے قرآن کو مگر سورہ فاتحہ۔

کہا دارقطنی نے کہ کل راوی اس حدیث کے معتبر ہیں (۲) اور کہا امام احمد بن حنبلؒ نے:

ما سمعنا أحدا من أهل الإسلام يقول ۱ ن الا ما ۱ ذا ج بالقراءة لا تجزئ صلاة من لم يقرأ (۳) انتہی۔

یعنی نہیں سنا ہم نے کسی اہل اسلام سے، کہ نماز جہریہ میں اگر مقتدی پیچھے امام کے، قرأت نہ پڑھے، تو نماز اس کی درست نہیں ہوتی۔

اگر کوئی سوال کرے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک مقتدی پر پڑھنا فاتحہ کا، پیچھے امام کے، نماز جہریہ میں بھی واجب ہے۔ یعنی نماز مقتدی کی بغیر پڑھنے سورہ فاتحہ کے نہیں ہوتی، پس قول امام احمد کا کہ ”نہیں سنا ہم نے کسی اہل اسلام“ الخ لائق استدلال اور اعتبار کے نہیں، تو جواب اس کا یہ ہے کہ قول قدیم امام شافعیؒ کا یہ ہے کہ نماز جہریہ میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی پر لازم نہیں اور قول جدید امام شافعیؒ کا موافق بیان سائل کے ہے۔ شاید امام احمدؒ قول / [۵] جدید سے مطلع نہ ہوئے ہوں، یا قول مذکور کے جواب میں یہ عبارت فرمائی ہو، یعنی یہ قول امام شافعیؒ کا بالکل مخالف اہل اسلام کے ہے۔

(۱) کنز أبی داؤد: کتاب الصلوة۔ باب من ترک القراءة فی صلته [ص: ۱۱۹ ج ۱ ص: ۵۲۲] ج ۱، رقم: ۸۲۳

(۲) سنن الدارقطنی: کتاب الصلوة۔ باب وجوب قراءة آم الكتاب في الصلاة خلف الا مطبع: ۱۲۱ ج ۱ [مطبع فاروقی۔ دہلی: ۱۳۱۰ھ] تحقیق محمد بن منصور بن سید الشوری ص: ۳۱۷ ج ۱، رقم: ۱۲۰۳ [دار الا مطبعان پور: ۱۳۳۸ھ]

(۳) مسند امام احمد بن حنبل۔

الغرض ثبوت ضعیف حدیث عبادہ کا دلائل مذکور الصدر سے اظہر من الشمس ہے، پس قول دارقطنی اور خطابی کا، کہ اسناد حدیث عبادہ کی، حسن اور جید ہے، اور راوی اس کے معتبر ہیں، دعویٰ بلادلیل ہے، یعنی باوجود مدلس اور مطعون ہونے محمد بن اسحاق کے، ساتھ رفض اور قدریت کے، جو راوی حدیث عبادہ کا ہے، حدیث کو حسن اور جید الاسناد ہونے سے مانع ہے، اور جو ابن الملقن نے دارقطنی اور خطابی کی طرف سے جواب دیا ہے، کہ روایت کرتا دارقطنی اور بیہقی اور ابن حبان کا اپنی اسانید میں، محمد بن اسحاق سے دور کرتا ہے شبہ تدلیس کو، محض بے اصل ہے۔ کیونکہ دارقطنی اور بیہقی اور ابن حبان نے یہ التزام نہیں کیا کہ بجز احادیث جید الاسناد کے، اپنی اسانید میں ہم نے داخل نہیں کیں، ورنہ احادیث ضعیف و سقیم اور منسوب بالوضع کو اپنی کتابوں میں نقل نہ کرتے۔ پس جید الاسناد ہونا حدیث کا، جو عبارت ہے عدالت روایت سے، مجرد روایت کرنے محمد بن مذکورین کا بدون التزام مذکورہ کے، محدثین مذکورین کے نزدیک بھی محالات سے ہے، جیسا کہ نہیں پوشیدہ یہ امر ادنیٰ ذی ہوش پر، علاوہ اس کے جواب اعتراض طعن رفض اور قدریت کا، جو محمد بن اسحاق پر وارد ہے، ابن ملقن سے بالکل نہ بن آیا بلکہ قائل ہونا ابن ملقن کا۔ بعد جواب مذکور کے، کہ تدلیس راوی کی حدیث کو احسن نہیں ہونے دیتی، رد کرتا ہے جواب مذکور کو۔

پس جب کہ ظاہر ہوا حال حدیث عبادہ کا، اب خیال کرنا چاہئے، تعارض اس کا ساتھ معنی آیت اور احادیث مرفوعہ ھقیقۃً یا حکماً اور مخالفت جمہور صحابہ خصوصاً خلفاء اربعہ و عبادلہ ثلثہ اور تابعین وغیرہ کے، کیونکہ حقانیوں کو طلب حق اور قبول کرنے حق سے چارہ نہیں، لیکن اس مقام میں جو، اب چند شبہات کی حاجت پڑی، وہ یہ ہیں کہ شاید سائل کے دل میں یہ خیال آوے کہ دوسری حدیث عبادہ کی، جو بغیر جملہ استثنائیہ کے صحیح الاسناد ہے، اس سے بھی وجوب قرآنہ کا، ہر شخص یعنی امام اور مقتدی پر ثابت ہوتا ہے، کیونکہ لفظ: لا صلاۃ

لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب^(۱) جو اس حدیث میں موجود ہے، نیز مثبت اس امر کا ہے کہ ہر ایک امام اور مقتدی کو پڑھنا سورۃ فاتحہ کا فرض ہے، تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث سے فرضیت قرأت سورۃ فاتحہ کی امام پر بھی ثابت نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس سے زیادتی، ساتھ خبر واحد کے، آیت پر لازم آتی ہے، اور یہ ہرگز درست نہیں بحال فی الحسامی:

لم يجعل علماؤنا قراءة الفاتحة ركنا في الصلاة بخبر الواحد، لأنه زيادة على النص^(۲) انتھی۔ یعنی نہیں کیا علماء حنفیہ نے قرأت فاتحہ کو فرض نماز میں، ساتھ خبر واحد کے، کیونکہ یہ زیادتی ہے اوپر آیت کے۔

(۱) ابن ابی داؤد: کتاب الصلاة۔ باب من ترك القراءة في صلاة ص: ۱۱۹ ج ۱، ص: ۵۲۱ ج ۱، رقم: ۸۱۸ جامع الترمذی: أبواب الصلاة۔ باب ما جاء في ترك القراءة خلف الإمام ذا جهر بالقراءة ج ۲، تحقیق احمد محمد شاكر ص: ۱۲۲ ج ۲، رقم: ۳۱۴ دار الکتب العلمیہ۔ بیروت: بلاسنہ

صحیح البخاری: کتاب الصلاۃ باب وجوب القراءة الا امام والمأموم كلها ص: ۴ ج ۱ ترقیم: شبیر احمد قاسمی۔ مراد آباد: ۱۳۱۵ھ تحقیق محمود النواوی وغیرہ ص: ۱۲۵ ج ۱، رقم: ۷۵۶ - ۲۰۴ھ

صحیح مسلم: کتاب الصلاة۔ باب وجوب قراءة فاتحة في كل ركعة الخ ص: ۱۶۹ ج ۱ [دارالاشاعة الا سکتیکتہ: بلاسنہ] تحقیق محمد زہیر بن ناصر الناصر ص: ۹ ج ۲، رقم الحدیث: ۳۹۴ [وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية۔ قطر: ۱۳۳۳ھ]

سنن النسائی: کتاب الا فتوح باب ۱ یجاب قراءة فاتحة الكتاب في الصلوة ص: ۱۰۵ ج ۱ [بأسر ندیم اینڈ کمپنی، دیوبند: بلاسنہ] بتحقیق صالح بن عبد العزیز ص: ۱۲۷ رقم: ۹۱۱ [دارالسلام۔ الرياض: ۱۳۲۰ھ]

المصنف لابن أبي شيبة: کتاب الصلاة۔ باب لا صلاة الا بفاتحة الكتاب ومن قال: شي معها ص: ۲۳ ج ۳، رقم: ۶۳۸ تحقیق: شیخ محمد عوامہ [ادارة القرآن والعلوم الإسلامية کراتشی: پاکستان: ۱۳۲۸ھ]

(۲) الحسامی: الاصل الثاني۔ السنہ بحث کون الزیادة علی النص نسخاً ص: ۹ [اصح المطابع۔ لکھنؤ: ۱۳۱۷ھ]

یعنی آیت: فاقروا ماتیسرو من القرآن^(۱) سے کسی سورت کی تخصیص نہیں نکلتی، بلکہ فرضیت قرأت کی علی الاطلاق اس آیت سے ثابت ہوتی ہے، یعنی ہر سورت واسطے نماز کے کافی ہے، اور تائید دیتا ہے اس کو تعلیم فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا، اعرابی کو قسم اقروا ماتیسرو من القرآن یعنی باوجود ہونے مقام تعلیم اور بیان کے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرأت سورہ فاتحہ کو بالتخصیص نہ فرمانا، آپ کا صاف دال ہے اوپر عدم فرضیت قرأت سورہ فاتحہ کے۔

سوال: اگرچہ آیت مذکور سے فرضیت سورہ فاتحہ کی ثابت نہیں ہوتی، لیکن وجوب مطلق قرأت کا امام اور مقتدی پر آیت مذکور سے صاف ثابت ہوتا ہے؟

جواب: اگر قرأت امام کی، قائم مقام قرأت مقتدی کے شرعاً نہ ہوتی تو ضرور مقتدی کو بھی پڑھنا قرآن کا لازم ہوتا، لیکن بمقتضائے حدیث: من كان له امام فقرأه الا امام له فقرأه وقت امام کی قائم ہونا، مقام قرأت مقتدی کے شرعاً ثابت ہوا، اس سبب سے مقتدی کو، قرأت کی حاجت نہ رہی، اور یہ حدیث مروی ہے موافق شرط بخاری اور مسلم کے، جیسا کہ آگے آوے گی تحقیق اس کی۔

سوال: جیسا کہ سورہ فاتحہ کی حدیث پر عمل کرنے سے، زیادتی ساتھ خبر واحد کے اوپر قرآن کے لازم آتی ہے، اسی طرح بموجب حدیث: قراءۃ الا امام له قولا کے مقتدی کو، قرأت خلف امام سے روکنے میں بھی زیادتی ساتھ خبر واحد کے، آیت: فاقروا ماتیسرو من القرآن پر لازم آتی ہے؟

جواب: زیادتی ساتھ خبر واحد کے قرآن پر، اس وقت ناجائز ہے کہ عمومیت اس آیت کی کسی آیت یا حدیث مشہور سے ساقط نہ ہوئی ہو، ورنہ زیادتی ساتھ خبر واحد کے

ممنوع نہیں اور آیت: فاقروا ما تيسر من القرآن اپنے عموم پر باقی نہیں رہی، کیونکہ جو شخص امام سے رکوع میں جا ملے، اس مقتدی پر اجماعاً قرأت فرض نہیں، جب اس اجماع سے آیت مذکور کو تخصیص حاصل ہو چکی، اب ساتھ حدیث مذکور کے بھی زیادتی درست ہے اور اگر غور سے خیال کیا جائے، تو مقتدی بموجب حدیث: قراءة الا امام له قراءتکے، تبارک قرأت کا مطلقاً نہیں، جیسا کہ گزر چکی تحقیق اس کی عنقریب۔

كما أشار إليه العيني فان قلت: قوله صلى الله عليه وسلم "قراءة الا امام قراءه له معارض لقول للمعالي فاقروا فلا يجوز تركه بخبر الواحد، قلت: جعل المقتدي قارئاً بقراءة الا [☆] فلا يلزم الترك، أو نقول: إنه خص المقتدي الذي أدرك الا امام الركوع، فان لم يلزم عليه القراءة بالا جماع، فليجوز الزيادة عليه حينئذ بخبر الواحد ^(۱) انتهى.

یعنی جواب تعارض حدیث قراءه الا امام له قراءتکے آیت: "فاقروا" کے یہ ہے، کہ مقتدی بھی حکماً قاری ہے، یا یہ کہ آیت مذکورہ کی تعلیم میں، وہ مقتدی اجماعاً داخل نہیں، جو رکوع میں امام سے آ ملا ہو، بعد اس کے اس خبر واحد سے باقی مقتدیوں کی تخصیص کرنی بھی ممنوع نہ ہوئی۔

سوال: جب کہ جائز ہوئی تخصیص، آیت: فاقروا ما تيسر من القرآن کے ساتھ،

(۱) عمدة القاري: ابواب صفة الصلاة - باب وجوب القراءة للا امام والمأموم ص: ۳۵۰

ج ۳، تحقیق صدیقی جمیل العطار [دار الفکر بیروت: ۱۳۲۲ھ]

☆ اصل میں "قراءة" نہیں، اور "معارض" کی جگہ "یمارض" اور "لقوله" کی جگہ "قوله" ہے۔

☆ اصل میں "یلزم" ہے۔

☆ اصل میں "يجوز" ہے۔

خبر واحد یعنی حدیث: ”قراءة الا“ امام لہ قراءۃ کی، پس کس سبب سے جائز نہیں تخصیص

اس آیت کی، ساتھ دوسری خبر واحد، یعنی حدیث: ”لا صلوة لمن لم یقرأ بها“ کے؟

جواب: آیت مذکورہ میں دو تعمیمیں مذکور ہیں، تعمیم اول یہ ہے کہ ہر نمازی پر پڑھنا

فرض ہے، اس تعمیم پر لفظ: ”فاقروا“ کا دال ہے۔ تعمیم دوسری یہ ہے کہ قرآن میں سے کسی سورۃ

خاص، مثل سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں، اس تعمیم پر لفظ: ”ما تیسر من القرآن“ کا دال ہے، چونکہ

تخصیص تعمیم اول کے ساتھ اجماع مذکور کے ہو چکی تھی اس واسطے دوبارہ تخصیص اس کے ساتھ،

حدیث: ”قراءة الا“ امام لہ قراءۃ کرنی جائز ہوئی، بخلاف تعمیم دوم کے، یعنی اس کو اجماع

یا حدیث مشہورہ سے کوئی تخصیص حاصل نہیں ہوئی، تا حدیث: ”لا صلوة لمن لم یقرأ بها“ سے جو

خبر واحد ہے تخصیص جائز ہوتی، پس جب کہ فرضیت سورۃ فاتحہ امام پر بھی حدیث صحیح: ”لا صلوة

لمن لم یقرأ بها“ سے بسبب تعمیم آیت: ”فاقروا ما تیسر من القرآن“ کے ثابت نہ ہوئی پس

ثبوت فرضیت سورۃ فاتحہ کی مقتدی پر پیچھے امام کے، ساتھ لکی حدیث ضعیف الاسناد جو راوی

اس کا مدلس و مطعون ہو، ساتھ فرض اور قدرت کے، باوجود تعارض آیت: ”فاقروا ما تیسر من

القرآن اور آیت: ”واذا قرئ القرآن فاستمعوا للہ“ حدیث: ”قراءة الا“ امام لہ قراءۃ ۱

کے محالات سے ہے، اور حدیث: ”لا صلوة الا“ لا بفاتحة الکتاب کی خبر واحد ہے، پس

اس حدیث سے بھی زیادتی قرآن پر درست نہیں، لیکن چونکہ حتی الامکان عمل اور خبر واحد کے،

کرنا واجب ہے، اس واسطے علماء حنفیہ نے مطلق قرأت کو امام اور منفرد پر، بموجب آیت:

فاقروا کے فرض لکھا اور سورۃ فاتحہ کو امام اور منفرد پر واجب۔

سوال: حدیث: ”لا صلوة الا“ لا بفاتحة الکتاب حدیث مشہورہ سے ہے، کیونکہ

سب اہل علم کے نزدیک یہ حدیث مقبول ہے، اور ساتھ حدیث مشہورہ کے، زیادتی آیت پر

درست ہے؟

جواب: اس حدیث کا مشہور ہونا غیر مسلم ہے، کیونکہ حدیث مشہور وہ ہے جو تابعین کے زمانہ میں مقبول ہو اور اس مسئلہ میں تابعین کا مختلف ہونا، منافی ہے مقبول ہونے اس کے کو، مابین تابعین کے، اور اگر تسلیم کیا جائے مشہور ہونا اس حدیث کا، تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہر حدیث مشہور سے زیادتی قرآن پر درست نہیں، بلکہ جو حدیث مشہور محکم ہو، یعنی معنی اس کے قطعی ہوں، یعنی محتمل کسی اور تاویل کے نہ ہو اور یہ حدیث اس قبیل سے نہیں، کیونکہ معنی اس حدیث کے یوں بھی ہو سکتے ہیں، یعنی نہیں ہوتی نماز کامل، بجز پڑھنے فاتحہ کے۔

جیسا کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے: لا صلوة لجار المسجد الا في المسجد^(۱) یعنی نہیں ہوتی کامل نماز، ہمسایہ مسجد کی بغیر مسجد کے۔ اور ایسے قبیل سے ہے حدیث: لا ايمان لمن لا امانة له^(۲) یعنی نہیں ایماندار کامل، خیانت کرنیوالا، بلکہ اس احتمال کو علماء نے بہت پسند کیا ہے۔ یہی مراد ہے یعنی کی اس کلام سے:

وفي العيني: والحمل على نفي الكمال أولى، بل يتعين لأن نفي الإجزاء[☆] يستلزم نفي الكمال فيكون فيه نفي شيئين،

(۱) المصنف لابن أبي شيبة: كتاب الصلاة - باب من قال: ۱: ذا سمع المنادي فليجب [ص: ۱۹۶ ج ۳، برقم: ۳۲۸۸۔

المصنف لعبد الرزاق: كتاب الصلاة - باب من سمع النداء. [ص: ۲۹۷ ج ۱، رقم: ۱۹۱۵
[المجلس العلمي - أفرقه: ۱۳۹۰ هـ] تحقيق الشيخ حبيب الرحمن محدث الاعظمی۔

(۲) المسند لـ لا - امام أحمد ابن حنبل: ص: ۴۹۹ ج ۱۰، برقم: ۱۲۵۰۵ [دار الحديث - القاهرة: ۱۳۱۶ هـ] المعجم الكبير للطبرانی ص: ۱۶۰، ج: ۵، رقم: ۱۰۴۰ [دار الكتب العلمية - بيروت: ۱۴۲۸ هـ]

☆ اصل میں "الاصل" ہے۔

☆ اصل میں "لہ" نہیں ہے۔

فتكثر المخالفة فيتعين نفي الكمال ☆ فا ن قلت: هذا الحديث مشهور فان العلماء تلقته بالقبول فتجوز ☆ الزيادة بمثله. قلت ☆ لانسلم أنه مشهور، لأن المشهور ما تلقاه التابعون بالقبول، وقد اختلف التابعون في هذه المسئلة. ولئن سلمنا أنه مشهور فالزيادة بالخبر المشهوراً نما تجوز إذا كان محكماً، أما اذا كان محتملاً فلا، وهذا الحديث / محتمل لأن مثله يستعمل لنفي الجواز، ويستعمل لنفي الفضيلة لقوله صلى الله عليه وسلم لا صلوة لجار المسجد إلا في المسجد ☆ والمراد نفي الفضيلة، كذا هو، ويؤكد ☆ هذا التأويل قوله تعالى "إنهم لا إيمان لهم" (۱) معناه انه لا إيمان لهم موثقاً ☆ بها، ولم ينف وجود الإيمان منهم رأساً، لأنه ☆ قد قال: وان نكثوا إيمانهم من بعد عهدهم" (۲) وعقب ذلك أيضاً بقوله: "ألا تقاتلون قوما نكثوا إيمانهم" (۳) ثبت ☆ أنه لم يرد بقوله "إنهم لا إيمان

(۱) سورة التوبة: الآية: ۱۲

(۲-۳) سورة التوبة: الآية: ۱۳

- | | |
|--|------------------------------|
| ☆ اصل میں "فیتعین نفی الکمال" نہیں ہے۔ | ☆ اصل میں "فیجوز" ہے۔ |
| ☆ اصل میں "قنا" ہے۔ | ☆ اصل میں "یعجز" ہے۔ |
| ☆ اصل میں "۱" لا فی الجار المسجد | ☆ اصل میں "یؤید" ہے۔ |
| ☆ اصل میں "موثق" ہے۔ | ☆ اصل میں "تعالیٰ" اضافہ ہے۔ |

☆ اصل میں "فا" نہ بدلے کہ تعالیٰ لم يرد نفي أصل الا إيمان بل نفي ما ذكرنا وهذا يدل وعلى أن

لا تطلق لنفي الفضيلة دون الأصل، ہے

لہم "نفسی الایمان أصلاً، وإنما أراد به ما ذكرناه، وهذا يدل
على ۱ طلاق لفظاً" والمراد بها نفسی الفضيلة دون
الأصل. (۱) انتهى ملخصاً.

یعنی آیات اور احادیث صاف مؤید ہیں، اس امر کی کہ مراد حدیث: لاصلوة الافاتحة
الکتاب سے یہ ہے، کہ نماز بدون سورۃ فاتحہ کے کامل نہیں ہوتی، اور یہ مراد نہیں کہ بالکل
نہیں ہوتی، اسی واسطے علماء حنفیہ نے امام اور اکیلے پر پڑھنا، سورۃ فاتحہ کا واجب سمجھا،
اور قطع نظر حدیث: من كان له ۱ امام المصحف مقتدي مامور ہے، ساتھ چپکے رہنے کے
کما قال الله تعالى: "وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلکم
تُرحمون" (۲) اور روایت کی ہے مسلم نے زید بن ثابت انصاری سے، جو کاتب وحی
اور صحابہ کبار سے ہیں، قال: لا قراءة مع الإمام في شيء یعنی نہیں قرأت، ساتھ
امام کے بالکل اور یہی ہے قول حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ اور بہت صحابہ کا اور یہ دلائل کافی
ہیں، واسطے جواب دلائل شافعیہ وغیرہ کے: وسیجی ما يؤيدها من الأخبار والآثار
وأقوال جمهور الصحابة إنشاء الله تعالى. یعنی آگے بیان کیا جاوے گا باقی
احادیث اور آثار اور اقوال جمہور صحابہ کو۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ومن ثم قال في الهداية: لكن حظ المقتدي
الا نصائح (۳) والاستماع لقوله تعالى: "واذا قرئ القرآن"

(۱) عمدة القاري: أبواب صفة الصلاة - باب وجوب القراءة للإمام والمأموم الخ

[ص: ۴۴۷ ج ۳، رقم: ۷۵۶]

(۲) سورة التوبة: الآية ۱۲

(۳) الهداية: كتاب الصلوة فصل في القراءة ص: ۱۰۱ ج ۱ [مطبع مصطفى - دہلی: ۱۲۸۹ھ]

الآية. قال ابن الهمام: والا نصات يخص الجهرية، لأنه عدم الكلام، لكن قيل: إنه ☆ السكوت للاستماع، لا مطلقاً، وحاصل الاستدلال بالآية أن المطلوب أمران: الاستماع والسكوت، فيعمل بكل منهما، والأول يخص الجهرية، والثاني لا، فيجري على إطلاقه، فيجب السكوت عند القراءة مطلقاً وهذا ☆ بناء على أخرج البيهقي عن الإمام أحمد [١] قال: ☆ أجمع الناس على أن هذه الآية [وردت] في الصلوة. انتهى ملخصاً. (۱)

یعنی اسی واسطے کہا ہے صاحب ہدایہ نے، کہ حصہ مقتدی کا چپکے رہنا اور سماع کرنا ہے، اور کہا ان ہمام نے فتح القدیر میں کہ چپکے رہنا خاص نہیں ساتھ نماز جہریہ کے، کیونکہ معنی النصات کے نہ کرنا کلام کا ہے، اور قول بعض کا کہ، چپکے رہنا واسطے سماع قرآن کے ہے، پس نماز سریہ میں چپکے رہنا آیت سے ثابت نہ ہوا تو جواب اس کا یہ ہے کہ آیت مشتمل ہے اوپر دو حکموں کے، اول سماع کرنا قرآن کا، دوم چپکے رہنا حکم اول اگرچہ ظاہراً خاص معلوم ہوتا ہے ساتھ نماز جہریہ کے اور حکم دوم کو کچھ خصوصیت ساتھ نماز جہریہ کے نہیں، پس مقتدی پر بموجب حکم دوسرے کے، چپکے رہنا نماز میں لازم ہوا، کیونکہ نزول

(۱) فتح القدیر علی الہدایہ لا بن الہمام: کتاب الصلاۃ فصل فی القراءة: ص: ۳۳۲ ج ۱

[دار الفکر - بیروت: للطبعة الثانية]

☆ اصل میں "۱" خط ہے۔

☆ اصل میں "قال نہیں ہے۔"

اس آیت کا بموجب اجماع اہل اسلام کے، خاص نماز کے باب میں ہوا ہے، جیسا کہ روایت کیا، اس کو امام احمدؒ سے پہنچتی ہے۔

اگر بالفرض بموجب حدیث: لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب کے فرضیت سورۃ فاتحہ کی تسلیم کی جائے، تو بھی فرضیت اس کی مقتدی پر لازم نہیں آتی، کیونکہ حدیث: قراءة الا امام له قرائی حدیث مذکور کو اتفاقاً تخصیص دے سکتی ہے، کیونکہ دونوں حدیثیں خبر واحد ہونے میں برابر ہیں اور حدیث: قراءة الا امام له قرائی حدیث معتبرہ سے ثابت ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے بیان اس کا، اور عمل کیا ہے اوپر ترک قرأت کے بہت صحابہ نے، اور روایت کیا گیا ہے، منع کرنا اسی (۸۰) صحابہ کبار کا قرأت خلف الامام سے، کسماسی جی، یہاں تک کہ دعویٰ کیا صاحب ہدایہ نے اوپر اس کے اجماع صحابہ کا، اور منع کیا خلفاء اربعہؓ نے۔ یہاں تک کہ کہا بعض نے، کہ کاش کہ پتھر ہوں پڑھنے والے کے منہ میں، اور بعض نے انگارہ آگ کا فرمایا ہے، اور بہت سے صحابہ نے یہ حکم دیا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی، اور احادیث مرفوعہ بقید سورۃ فاتحہ بھی اس باب میں پایہ ثبوت کو پہنچی ہیں، چنانچہ کچھ ان میں سے بیان کی جاتی ہیں۔ فاقول وبالله التوفیق

قال علي القاري في شرحه لموطأ محمد، ناقلاً عن شرح

النقاية للشمسي: روى سفيان الثوري وشعبة وإسرائيل بن

يونس وشريك وأبو الأحوص وسفيان بن عيينة وجريور بن

عبد الحميد/ عن موسى بن أبي عائشة عن عبد الله بن شداد

۵۵

عن النبي صلى الله عليه وسلم مرسلاً من كان له امام فقرأ

الا امام له قراءة وروى أحمد في مسنده عن أبي الزبير عن

جابر مرفوعاً انتهى .

قال العيني في شرحه للبخاري في بيان هذا الحديث: هذا الحديث رواه جماعة من الصحابة وهم جابر بن عبد الله وابن عمرو وأبو سعيد الخدري وأبو هريرة وابن عباس وأنس بن مالك رضي الله عنهم... ومع هذا روي منع القراءة خلف الأمام عن ثمانين الصحابة الكبار منهم: المرتضى والعبادلة الثلاثة* وأساميهم عند أهل الحديث فكان اتفاقهم بمنزلة الاتفاق^(۱) من هذا قال: صاحب الهداية على ترك القراءة خلف الأمام اجماع الصحابة، فسماه اجماعاً باعتبار اتفاق الأكثر، [ومثل هذا يسمى اجماعاً عندنا] وأيضاً في العيني، وذكر الشيخ الأمام عبد الله بن يعقوب الحارثي السمنوني في كتاب كشف الأسرار: عن عبد الله بن زيد بن أسلم عن أبيه قال: كان عشرة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ينهون عن القراءة خلف الأمام أشد النهي: أبو بكر الصديق، وعمر الفاروق، وعثمان بن عفان، وعلي بن أبي طالب، وعبد الرحمن بن عوف، وسعد بن أبي وقاص، وعبد الله بن

(۱) عمدة القاري: كتاب مواقيت الصلاة - باب وجوب القراءة للأمام والمأموم في الصلاة

كلها في الحضر والسفر الخ (ص: ۳۹، ۴۸، ۴۳ ج ۳، رقم: ۷۵۶)

☆ اصل میں "نفر" اضافہ ہے۔

☆ اصل میں "وأساميهم عند أهل الحديث" نہیں ہے۔

مسعود، وزید بن ثابت، و عبد اللہ بن عمر، و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔ (۱)

وایضاً آورد هذه الرواية الشيخ العابد السندی مولداً،
والمندنی مهاجراً فی شرح المسند، المنسوب الى أبي
حنيفة، برواية الحصفكي، وقال بعد هذه الرواية، فنقول:
لما ثبت نهى العشرة المذكورة ولم يثبت رد أحدهم عليهم عند
توافر الصحابة، كان ا جماعاً؟

یعنی لکھا ہے ملا علی قاری نے شرح موطائیں، کہ روایت کیا ہے حدیث: قراءۃ
الا امام لہ قراءۃ کفر سلفیان ثوری اور شعبہ اور اسرائیل اور شریک اور ابوالاحوص اور
سفیان بن عیینہ اور جریر بن عبد الحمید نے اور مرفوعاً روایت کیا ہے اس کو امام احمد نے اپنی مسند
میں، اور کہا عینی نے شرح بخاری میں، روایت کیا ہے اس حدیث کو بہت صحابہ نے، مثل جابر
اور عبد اللہ بن عمرؓ اور ابوسعیدؓ اور ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ اور انس بن مالکؓ نے اور منقول ہے منع
کرنا قرأت خلف امام سے/ اسی (۸۰) صحابہ کبار مثل حضرت علیؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ
اور عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ وغیرہ کا، پس ہوا اتفاق ان کا بمنزلہ اجماع کے، اسی
واسطے کہا ہے ہدایہ میں، کہ منع قرأت خلف پر اجماع ہے صحابہ کا اور لکھا ہے کتاب کشف
الاسرار میں کہ سخت منع کرتے تھے قرأت خلف امام سے دس صحابہ کبار، یعنی خلفاء اربعہ

(۱) عمدة القاری. کتاب مواظبت الصلوة. باب وجوب القراءة للامام والماموم فی الصلوة
المخ [ص: ۴۴۹، جلد: ۴، رقم الحديث: ۷۵۶]

(۲) شرح المسند للامام الأعظم: کتاب الصلوات کفایۃ قراءۃ الا امام للماموم
ص: ۶۹ حاشیہ: ۷. [مرکز علم و ادب۔ کراچی: بلا سند]

اور عبد الرحمن اور سعد اور عبد اللہ بن مسعود اور زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

اور کہا شیخ عابد سندھی نے، جو مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے جا رہے تھے، شرح مسند ابی حنیفہ میں، بعد روایت مذکورہ کے، ہر گاہ کہ ثابت ہوا منع کرنا دس صحابہ کبار کا، اور نہیں ثابت رد کرنا کسی صحابی کا قول ان کے کو، باوجود ہونے بہت صحابہ کے۔ پس ہوا یہ اجماع سکوتی اوپر منع قرأت خلف امام کے۔

وروی عبد الرزاق فی مصنفه، أخبرني موسى بن عقبة أن رسول الله وأبا بكر وعمر وعثمان كانوا ينهون عن القراءة خلف الإمام (۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ثلاثہ منع کرتے تھے، قرأت خلف امام سے۔

وعن داؤد بن قیس عن محمد بن بجاد عن موسى بن سعد بن أبي وقاص قال: ذكر أن سعد بن أبي وقاص قال: وددت أن الذي يقرأ خلف الإمام (۲) مام في فيه جمرة (۳)۔

یعنی فرمایا سعدؓ نے دوست رکھتا ہوں میں پتھر کو، مقتدی کے منہ میں، پڑھنے قرآن سے پیچھے امام کے، روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو عبد الرزاق نے۔

أخبرنا داؤد بن قیس الفراء المدني، أخبرني بعض ولد سعد

(۱) المصنف لعبد الرزاق: کتاب الصلاة۔ باب القراءة خلف الإمام [جلد ۱۳۹ ج ۱، رقم: ۲۸۱۰]

(۲) المصنف لعبد الرزاق: کتاب الصلاة۔ باب القراءة خلف الإمام [جلد ۱۳۸ ج ۲،

رقم: ۲۸۰۶] قدرے فرق کے ساتھ۔

☆ اصل میں ”حجر“ ہے۔ مگر اصل روایت میں جمرة اس لئے اس کا ترجمہ آگ بہتر معلوم ہوتا ہے۔

بن أبي وقاص، أنه ذكر له أن سعداً قال: وددت أن الذي يقرأ خلف الأمام في جمره^(۱).

یعنی فرمایا سعدؓ نے دوست رکھتا ہوں میں انگارے آگ کو، اس شخص کے منہ میں، جو پڑھے پیچھے امام کے۔

قال محمد: أخبرنا بكير بن عامر، حدثنا إبراهيم النخعي عن علقمة بن قيس قال: لأن أعض على جمره أحب الي من أن أقرأ خلف الأمام^(۲).

یعنی فرمایا علقمہؓ نے کہ البتہ دانت مارنا میرا انگارے پر دست زیادہ ہے طرف میرے، اس سے جو پڑھوں میں پیچھے امام کے روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو امام محمدؒ نے موطائیں۔

وفي الكفاية قال: من قرأ خلف الأمام، يملأ في فيه جمره، وقال علي: من قرأ خلف الأمام، فقد أخطأ خطوة^(۳).

یعنی فرمایا حضرت علیؓ نے جس شخص نے پڑھا پیچھے امام کے، تحقیق مخالفت کی اس نے دین کی۔ نقل کیا اس کو کفایہ میں۔

وفي العيني: قال ابن مسعود ملئ فوه تراباً^(۴) ورواه ابن أبي شيبه

(۱) الموطأ للإمام محمد: باب القراءة خلف الأمام في الصلاة [ص: ۱۰۱] [نقل مطبع يوسف لکھنو: ۳۱۵ ج ۲]۔

(۲) الموطأ للإمام محمد: باب القراءة خلف الأمام في الصلاة [ص: ۱۰۰]۔

(۳) الكفاية في شرح الهداية: كتاب الصلاة - فصل في القراءة [ص: ۲۴۹ ج ۱]۔

(۴) عمدة القاري: أبواب صفة الصلاة - باب وجوب القراءة للأمام والمأموم الخ

[ص: ۴۵۰ ج ۴، رقم: ۷۵۶]

فی مصنفہ عن سعد قال: وددت أن الذي يقرأ خلف الإمام في
فيه جمرة^(۱) انتہی

یعنی عینی میں منقول ہے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ پڑھا جائے منہ پڑھنے والے
کا خاک سے اور روایت کیا ہے ابن ابی شیبہ نے مصنف میں کہ فرمایا عمرؓ نے:
دوست رکھتا ہوں میں پتھر کو اس شخص کے منہ میں، جو پڑھے امام کے پیچھے:

وأخرج الطحاوي با سنادہ عن علي رضي الله عنه أنه قال: من
قرأ خلف الإمام، فليس على الفطرة^(۲) أراد أنه ليس على
شرائط الإمام سلام، بوقيل: ليس على السنة انتہی^(۳)۔

یعنی فرمایا حضرت علیؓ نے / جس شخص نے پڑھا پیچھے امام کے، پس نہیں وہ
شخص اوپر اسلام کے، یعنی شرائط اسلام یا سنت پر نہیں۔ روایت کیا اس کو
امام طحاوی نے

وأخرج ابن أبي شيبة في مصنفه عن أبي ليلى عن علي: من
قرأ خلف الإمام فقد أخطأ الفطرة^(۴)۔

یعنی فرمایا علیؓ نے: امام کے پیچھے قرآن پڑھنے والا دین پر نہیں۔ روایت

(۱) المصنف لابن أبي شيبة: كتاب الصلاة. باب من كره القراءة خلف الإمام. [ص: ۲۷۸،

ج: ۳، رقم: ۳۸۰۳]

(۲) شرح معاني الآثار: كتاب الصلاة. باب القراءة خلف الإمام. ص: ۱۲۳ [وحماليہ لاہور: بلا سند]

(۳) نخب الأفكار: كتاب الصلاة. باب القراءة خلف الإمام. ص: ۳۱۲ ج: ۵، [دار المنهاج

جدہ: ۱۴۳۲ھ بتحقيق السيد ارشد المصطفى الاستاذ بدار العلوم دیوبند۔

(۴) المصنف لابن أبي شيبة: كتاب الصلاة. باب من كره القراءة خلف الإمام. ص: ۲۷۸،

ج: ۳، رقم: ۳۸۰۴]

کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے کتاب اپنی میں، جو اس کا نام ”مصنف“ ہے۔
 وأخرجه (۱) الدارقطني كذلك من طرق وأخرج عبد الرزاق
 في مصنفه: عن داود بن قيس عن محمد بن عجلان قال
 قال علي: من قرأ مع الا امام فليس على الفطرة (۲) انتهى.
 یعنی فرمایا علیؑ نے جس نے پڑھا ساتھ امام کے، نہیں ہے وہ دین پر۔ روایت
 کیا اس کو عبد الرزاق نے۔

وروى ابن أبي شيبة في مصنفه: حدثنا وكيع، عن حسن بن
 صالح، عن عبد الملك بن أبي سليمان، عن أكيلى عن
 ۱ ابراهيم قال: الذي يقرأ خلف الا امام مشاق، انتهى (۳).
 یعنی منقول ہے ابراہیمؑ سے پڑھنے والا پیچھے امام کے، فاسق ہے۔ روایت
 کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے۔

وفي الكفاية: وعن سعد بن أبي وقاص وزيد بن ثابت: من قرأ
 خلف الا امام فلا صلوة له (۴)، وقال شمس الأئمة السرخسي:
 تفسد صلوته في قول علة من الصحابة، كذا ذكره علي القاري (۵).

(۱) سنن الدارقطني: كتاب الصلاة - باب ذكر قوله ﷺ من كان له امام فقراءة الا امام له
 قراءة ص: ۱۳۶ ج ۱ [مطبع فاروقی - دہلی: ۱۳۱۰ھ] [ص: ۳۳۵، ج: ۱، رقم: ۱۲۳۱]

(۲) لمصنف عبد الرزاق: كتاب الصلاة باب القراءة خلف الا امام [ص: ۱۳۸ ج ۲، رقم: ۲۸۰۶]

(۳) لمصنف لا بن أبي شيبة كتاب الصلاة - باب من كره القراءة خلف الا امام [ص: ۲۸۲
 ج ۳، رقم: ۳۸۲۱]

(۴) الكفاية في شرح الهداية: كتاب الصلاة فصل في القراءة [ص: ۲۲۹ ج ۱]

(۵) المبسوط: ملاحظہ ہو فتح القلندر لابن الہمام ص: ۳۴۱، ج: ۱

وأيضاً يؤيد ما قال محمد في الموطأ: أخبرنا داود بن قيس القراء،

أخبرنا عمرو بن محمد بن زيد، عن موسى بن سعد بن زيد بن

ثابت [☆]، بحديثه عن جده، (أعني زيد بن ثابت الأنصاري) أنه [١٢٢] قال: من قرأ خلف الإمام فلا صلوة ^(١) له، انتهى.

یعنی کفایہ میں نقل کیا ہے سعد اور زید سے، کہ نہیں ہوتی نماز پڑھنے والے کی، پیچھے امام کے، اور کہا سرحسی نے کہ فاسد ہو جاتی ہے نماز ایسے شخص کی، بیچ قول اکثر صحابہ کے، اور ایسا ہی لکھا ہے ملا علی قاری نے، اور تائید دیتا ہے اس کو، روایت کرنا امام محمد کا زید بن ثابت انصاری سے، کہ نہیں ہوتی نماز اس شخص کی، جو پڑھے پیچھے امام کے۔

وأخرج الطحاوي في معاني الآثار: عن حماد بن سلمة عن

أبي جهمرة قال: قلت لابن عباس: أقرأ والإمام بين يدي؟

فقال لا: انتهى. ^(۲)

یعنی فرمایا ابن عباس نے، بیچ جواب ابی جمرہ کے، کہ نہ پڑھا کر پیچھے امام

کے۔ روایت کیا اس کو امام طحاوی نے۔

وروى ابن أبي شيبة في مصنفه، عن زيد بن ثابت قال: لا

تقرأ خلف الإمام ن جهر، ولا ^(۳) ن خافت

(۱) الموطأ للإمام محمد: باب القراءة خلف الإمام [ص: ۱۰۲]

(۲) شرح معاني الآثار: باب القراءة خلف الإمام [ص: ۱۳۳]

(۳) المصنف لابن أبي شيبة: كتاب الصلاة - باب من كره القراءة خلف الإمام [ص: ۲۷۹]

یعنی فرمایا جابرؓ نے کہ نہ پڑھ پیچھے امام کے، نماز جبریہ اور نہ سریہ میں۔ روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے۔

وفي النسائي: حدثنا هارون بن عبد الله، حدثنا زيد بن الحباب، حدثنا معاوية بن صالح، حدثنا أبو الزاهرية، حدثني كثير بن مرة الحضرمي عن أبي الدرداء، سمعه يقول: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم: أفي كل صلاة قراءة؟ قال: نعم، قال رجل من الأنصار: وجبت هذه، فالتفت إلى، وكنت أقرب القوم منه، فقال: ما أرى إلا ما إذا أم القوم لا قد كفاهم،^(۱) وفي موطأ محمد، أخبرنا عبيد الله بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن نافع، عن ابن عمر قال: من صلى خلف إلا ما كفته قراءة، أخبرنا عبد الرحمن بن عبد الله المسعودي، أخبرني أنس بن سيرين عن ابن عمر، أنه سئل عن القراءة خلف إلا ما، قال: تكفي كقراءة إلا ما، حدثنا الشيخ أبو علي قال: حدثنا محمود بن محمد المروزي قال: حدثنا سهل بن العباس[☆] الترمذي، أخبرنا سماعيل بن علية عن أيوب، عن ابن الزبير، عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من

(۱) سنن النسائي: كتاب الا فتاح . باب اكفاء المأبوءة الا ما [ص: ۱۰۷ ج ۱،

ص ۱۲۸، رقم: ۹۲۳]

☆ اصل میں "یکفیک ہے۔"

☆ اصل میں بغیر "ل" کے ہے۔

صلی خلف الا امام فان قراءۃ الا امام له قوتہ علیہ

یعنی کہا حضرمی نے کہ سنائیں نے ابی الدرداء سے، کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، آیا ہر نماز میں قرأت ہے؟ فرمایا: ہاں! کہا ایک انصاری نے: واجب ہوئی پھر میری طرف التفات کر کے کہا ابوالدرداء نے: یعنی

[۵۹] انصاری کی بات سن کر، کہ نہیں/ گمان کرتا ہوں میں امام کو، اگر امامت کرادے قوم کی، مگر کفایت کرے گا ان کو، یعنی مقتدیوں کو، پھر قرأت کی حاجت نہیں۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔ اور کہا ابن عمرؓ نے: جس نے پڑھی نماز پیچھے امام کے، کفایت کرتی ہے اس کو قرأت امام کی، اور پوچھے گئے ابن عمرؓ قرأت خلف الامام سے، فرمایا: کفایت کرتی ہے تجھ کو قرأت امام کی، اور فرمایا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے، جس نے نماز پڑھی پیچھے امام کے پس تحقیق قرأت امام کی واسطے اس کے، قرأت ہے۔ روایت کیا ان کو امام محمدؒ نے موطا میں۔

قال علي القاري شارح الموطأ: الحديث رواه أحمد وابن ماجه عن جابر، ونلفظه "فمن كان له امام فقراءۃ الا امام ظہ قراءۃ" (۲) یعنی حدیث قراءۃ الا امام له قراءۃ کو امام احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے روایت کیا ہے۔

قال محمد: أخبرنا سفيان ابن عيينة عن منصور بن المعتمر عن

(۱) الموطأ للإمام محمد: باب القراءۃ في الصلاة خلف الا امام [ص: ۹۹-۹۸]

(۲) حاشیہ لملا علی القاری علی الموطأ للإمام محمد: باب القراءۃ في الصلاة خلف

ابی وائل قال: سئل عبد اللہ بن مسعود عن القراءة خلف
الامام، قال: أنصت للقرآن، فإن في الصلوة شغلاً ميكفیک

ذاک الامام، أخبرنا سرائیل بن یونس، حدثنا منصور عن

ابراہیم قال: إن أول من قرأ خلف الامام لم یجعل ینهی.

قال القاری فی شرحہ: أي أنسب ^(۱) لی بدعة أو سمعة ^(۲) ینهی،

ویؤیدہ ماروی ابن ابی شیبہ فی مصنفہ حدثنا الثقفی عن

ایوب، عن محمد قال: لا أعلم القراءة خلف الامام من
السنة. ^(۲) ینهی.

یعنی فرمایا عبد اللہ بن مسعود نے قرأت خلف امام کے جواب میں، مقتدی کو
درست نہیں، بلکہ قرأت امام کی کافی ہے، اور فرمایا ابراہیم نے: جس نے
قرأت خلف امام کو پہلے رواج دیا، اس کو اہل اسلام نے بدعتی اور ریاکار کہا، یہ
موطأ اور شرح اس کی میں مذکور ہے، اور کہا امام محمدؒ نے، کہ نہیں جانتا ہوں میں
قرأت خلف امام کو سنت سے۔ روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے.

قال محمد فی الآثار: أخبرنا أبو حنیفة، حدثنا أبو الحسن موسى

بن أبی عائشة عن عبد اللہ بن شداد بن الہاد، عن جابر بن

عبد اللہ الأنصاری قال: صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ورجل خلفہ یقرأ فجعل رجل من أصحاب النبی صلی

اللہ علیہ وسلم ینہاہ عن القراءة فی الصلوة، فقال: أتہانی

(۱) الموطأ للإمام محمد مع شرحہ: باب القراءة فی الصلوة خلف الامام [ص: ۱۰۰]

(۲) المصنف لابن أبی شیبہ: کتاب الصلوة - باب من کرہ القراءة خلف الامام [ص: ۲۸، ج ۳، رقم: ۳۸۱۵]

☆ اصل میں "انسب" ہے۔

☆ اصل میں "لشغل" ہے۔

عن القراءة خلف نبي الله صلى الله عليه وسلم، فتأزعا، حتى ذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: من صلى خلف إمام، فإن قرأ الآية إمام له قراءة، قال محمد: وبه تأخذ وهو قول أبي حنيفة. انتهى. (١)

٥٤

ورجال هذه الرواية كلهم ثقة، غير مجروح أحد منهم. وأيضا أخرج هذا الحديث، برواية أبي حنيفة في المسند مرفوعاً.

وقال شارحه، أبو الفيض محمد مرتضى الحسيني: هكذا رواه محمد في الآثار، والمازني، وأبو المظفر وابن خسرو وأبو بكر بن عبد الباقي، وزفر وطلحة. انتهى. (٢)

ورواه محمد في الموطأ هذا إلا سناد الصحيح مختصراً بغير القصة. (٣)

وروى ابن أبي شيبة في مصنفه، حدثنا مالك ابن سماعيل عن حسن بن صالح، عن أبي الزبير، عن جابر، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كل من كان له إمام، فقراءة له قراءة. انتهى. (٤)

(١) كتاب الآثار: كتاب الصلاة - باب القراءة خلف الإمام وتلقيه [ص: ٦٩-٦٨ ج ١] تحقيق:

أ.د. أحمد عيسى المعصراني ص: ١٥٣ ج: ٢ رقم: ٨٦٢ مكتبة دار الإيمان - سهارليور: ٢٠٠٤

(٢) شرح المسند لأبي الفيض

(٣) موطأ الإمام محمد: باب القراءة في الصلاة خلف الإمام [ص: ٩٨]

(٤) المصنف لابن أبي شيبة: كتاب الصلوات من كره القراءة خلف الإمام

[ص: ٢٨٢ ج ٣، رقم: ٣٨٢٣]

فالسَّعْبُ مِمَّنْ يَقُولُ: ۱ نَ هَذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَثْبُتْ مَرْفُوعاً، وَلِهَذَا رَدَّ هَذَا الْقَوْلُ ۱ بن ہمام فی شرح الہدایۃ۔
یعنی کہا جا رہا ہے کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ایک مقتدی قرأت پڑھ رہا تھا، پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، پس منع کیا اس کو ایک صحابی نے، پس کہا اس شخص نے بعد نماز کے: کیوں منع کیا تو نے قرأت پڑھنے سے، پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے؟ جب پہونچی یہ گفتگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے: مقتدی کو قرأت امام کی، کفایت کرتی ہے۔

روایت کیا اس کو امام محمد نے آثار میں، اور راوی اس حدیث کے بہت معتبر ہیں، اور مروی ہے یہ حدیث مسند میں ساتھ روایت امام اعظمؒ کے، اور کہا شارح نے: اسی طرح روایت کیا اس کو محمدؒ نے آثار میں، اور مازنی اور ابوالمظفر اور ابن خسرو، اور ابوبکر بن عبدالباقی وزفر وطلحہ نے، اور روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے۔

پس تعجب ہے اس شخص سے جو ایسی حدیث صحیح الاسناد کو ضعیف خیال کرے، اسی واسطے رد کیا اس کو ابن ہمام نے، فتح القدیر میں:

حَيْثُ قَالَ: وَقَوْلُهُمْ أَنَّ الْحِفَاطَ الَّذِينَ عَدَوْهُمْ لَمْ يَرْفَعُوهُ غَيْرَ

صَحِيحٌ، قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ فِي مُسْنَدِهِ: أَخْبَرَنَا ۱ سَحَاقُ

الْأَزْرَقُ، حَدَّثَنَا سَفْيَانُ وَشَرِيكٌ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ،

(۱) شاید یہ مصنف کی بات ہے جو فتح القدیر کی اس عبارت: وَقَوْلُهُمْ أَنَّ الْحِفَاطَ الَّذِينَ عَدَوْهُمْ لَمْ يَرْفَعُوهُ غَيْرَ صَحِيحٌ، فتح القدیر: کتاب الصلاۃ۔ بابُ صفة الصلاۃ، فصل فی القراءة [ص: ۳۳۸ ج ۱] سے معنا اخذ کی گئی ہے۔

عن عبد اللہ بن شداد، عن جابرؓ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من کان له ا مام فقراءة الا مام له قراءة، قال: وحدثنا جریر عن موسی بن أبی عائشة، عن عبد اللہ بن شداد، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فذكره، ولم يذكر عن جابر، ورواه عبد ☆ بن حمید، حدثنا أبو نعیم، حدثنا الحسن بن صالح، عن أبی الزهیر، عن جابر، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذكره، وا سناد حدیث جابر الأول صحیح علی شرط مسلم، فهو لاء سفیان وشریک وجریر وأبو الزهیر رفعوه بالطرق الصحیحة، فبطل عدھم فی من لم یرفعه، ولو تفرد الثقة وجب قبوله لان الرفع زیادة. وزیادة الثقة مقبولة، فكیف ولم ینفرد، والثقة قد یسند الحدیث تارة ویرسله أخرى.

وأخرجه ابن عدي عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى في ترجمته، وذكر فيه قصته وبها أخرجه أبو عبد الله الحاكم، قال: حدثنا أبو محمد بن بكر بن محمد بن حمدان ☆ الصيرفي حدثنا عبد الصمد بن الفضل البلخي، حدثنا مكي بن ا براهيم عن أبي حنيفة عن موسى بن أبی عائشة، عن عبد اللہ بن شداد بن الھاد، عن جابر بن عبد اللہ أن النبی

☆ اصل میں ”عیبہ“ ہے۔

☆ اصل میں ”محمد بن حمدان“ نہیں ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم صلی، ورجل خلفه یقرأ، فجعل رجل
من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ینہاہ عن القراءة
فی الصلوة، فلما انصرف، أقبل علیہ الرجل، وقال: أتنہانی
عن القراءة خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فتنازعا،
حتی ذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم، فقال النبی
صلی اللہ علیہ وسلم: من صلی خلف إمام[☆]، فإن قراءۃ
الا ماہلۃ۔

وفی روایۃ لأبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ، أن ذلک کان فی
الظهر أو العصر هكذا، ”إن رجلاً قرأ خلف رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فی الظهر أو العصر، فأوماً الیہ رجل،
فنهاہ، فلما انصرف، قال: أتنہانی. الحدیث، وهذا یفید أن
أصل الحدیث هذا.

غیر أن جابراً روي عنه محل الحکم فقط تارة، والمجموع
تارة، ويتضمن ردّ القراءة خلف الا امام، لأنه خرج تأییداً
لنہی ذلک الصحابی عنها مطلقاً فی السریۃ والجهریۃ...
فیعارض ماروي فی بعض روايات حدیث ”مالي أنزع“[☆]
أنه قال أن کان لابدّ فالفاتحة وكذا مارواه أبو داود

☆ اصل میں ”الامام“ ہے۔

☆ اصل میں ”مطلقاً“ نہیں ہے۔

☆ اصل میں ”القرآن“ نہیں ہے۔

والترمذی عن عبادة بن الصامت قال "كنا خلف رسول
 الله صلى الله عليه وسلم... ويقدم لتقدم المنع على
 الا طلاق عند التعارض ولقوة السند، فان حديث المنع "من
 كان له ا مام" اصح... قد عضد بطرق كثير من جابر
 غير هذه وان ضعفت، وبمذاهب الصحابة رضي الله عنهم
 حتى قال المصنف^۱ ان عليه ا جماع الصحابة،
 انتهى ملخصاً.

یعنی حدیث: "من كان له ا مام کے مرفوع ہونے سے انکار کرنا بالکل
 صحیح نہیں، کیونکہ روایت کیا ہے، اس حدیث کو مرفوعاً احمد نے جابر سے اور شرط
 بخاری اور مسلم کے، اور جریر نے شاذ سے، اور عید نے جابر سے اور شرط مسلم
 کے، چونکہ ایک راوی معتبر کی حدیث پر بھی عمل شرعاً واجب ہے، تو پھر ثقات
 مذکورین کی حدیث، کیونکر واجب العمل نہ ہوگی، اور ایک حدیث امام اعظم
 نے جابر سے یوں روایت کی ہے، کہ نماز ظہر یا عصر میں، ایک شخص پیچھے
 آپ کے قرأت پڑھ رہا تھا، اس کو ایک صحابی نے منع کیا، اس شخص نے
 بعد نماز کے، صحابی سے کہا کہ تو نے کیوں منع کیا پڑھنے قرأت سے، پیچھے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ پس جھگڑا ہوا ان دونوں کا، یہاں تک کہ
 اطلاع ہوئی اس کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو، پھر فرمایا آنحضرت

(۱) فتح القدیر: کتاب الصلاة - فصل في القراءة: [ص: ۳۹-۳۳۸ ج ۱]

☆ اصل میں "مذکورہ" ہے۔

☆ اصل میں "عن جابر غیر هذه" نہیں ہے۔

☆ اصل میں "صاحب الهدایہ" ہے۔

نے کہ قرأت امام کی کافی ہے مقتدی کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام اعظم سے ابن عدی اور حاکم نے، یہ حدیث صاف رد کرتی ہے قرأت خلف امام کو، اور جواب تعارض حدیث: ”مالی انازع“ اور حدیث عبادہ بن صامت کا یہ ہے، کہ دلیل منع کی مقدم ہوتی ہے وقت تعارض کے، اور نیز سند حدیث: ”من كان له مأكل قوي“ اور مروی ہونا اس حدیث کا بہت طرق پر، اور موافق اس کے عمل کرنا صحابہ کا، دلیل کامل ہے واسطے صحت کے اس حدیث کی۔

سوال: بہت اور احادیث بھی دال ہیں اوپر قرأت خلف امام کے، جیسا کہ حدیث ابو ہریرہؓ کی: من صلى صلاة لم يقرأ فيها بأم القرآن فهي خداج يقولها ثلاثاً۔ (۱)☆

یعنی جس نے پڑھی نماز، اور نہ پڑھی نماز میں سورۃ فاتحہ، پس وہ نماز ناقص ہے۔ روایت کیا اس کو مسلمؒ اور ابوداؤدؒ نے۔ آخر حدیث مذکور کے یہ قول بھی روایت کیا گیا ہے:

(۱) صحیح مسلم: کتاب الصلوة۔ باب وجوب قراءة لفاتحة [ص: ۱۶۹ ج ۱ محقق ص: ۹ ج ۲، رقم: ۳۹۵]

سنن أبی داؤد: کتاب الصلوة۔ باب من ترك القراءة في صلاته [ص: ۱۱۸، ج: ۱، ص: ۵۳۰ ج: ۱، رقم: ۸۱۷]

سنن ابن ماجہ: کتاب الصلوة ۱ قامة الصلوات والسنة فيها. القراءة خلف الا ص ۶ [قلیمی کتب خانہ۔ کراچی: ۱۴۰۷ھ] تحقیق: شعيب الأرنؤوط ص: ۲۵ ج ۲، رقم: ۸۳۸

[دار الا شاعة العلم بیقروت: ۱۴۳۰ھ]

المصنف لابن أبي شيبة: کتاب الصلوة۔ باب من قال: لا صلاة الا بفاتحة الكتاب [ص: ۲۳۸ ج ۳، رقم: ۳۶۳۹]

المصنف لعبد الرزاق: کتاب الصلوة۔ باب لا صلاة الا بفاتحة الكتاب [ص: ۱۲۹ ج ۲، رقم: ۲۷۷۳]☆ اصل میں ”يقولها ثلاثاً“ نہیں ہے۔

فقلت: يَا أَبَاهِرِيرَةَ! ۱ نِي أَكُونُ أَحْيَانًا وِرَاءَ الْإِمَامِ قَالَ:
فَغَمَزَ ذِرَاعِي وَقَالَ: ۱ قَرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ، يَا فَارَسِي! وَالْخَطَابُ
لَأَبِي السَّائِبِ.

وقال النووي: وهذا يؤيد وجوبها ☆ على المأموم، بل معناه
اقرأها سرّاً بحيث تسمع ☆ نفسك (۱).

یعنی کہا ابوالسائب نے ابوہریرہؓ سے کہ ہوتا ہوں میں کبھی پیچھے امام کے، فرمایا
ابوہریرہؓ نے: پڑھ سورۃ فاتحہ کو اپنے دل میں اے فارسی، اور کہا نووی نے: یہ
مؤید ہے وجوب قرأت خلف امام کو۔

جواب: اس حدیث سے مطلق قرأت ثابت ہے، اور قرأت خلف امام کا ثبوت
اس خبر واحد سے باوجود مخالفت آیت: ”وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعْ لَهُ“ الایمہ حدیث:
”کان لہ امام“ کے محالات سے ہے، جیسا کہ گذر چکا بیان اس کا بالتفصیل، قطع نظر
اس سے اگر ایک حدیث دلالت کرتی ہے اوپر وجوب قرأت مقتدی کے، تو دوسری [۵۷]
قوی حدیث مخالف اس کی موجود ہے:

كما نقل العيني: فَا ن قُلْتُ: أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ مِنْ حَدِيثِ
الْجَرِيرِيِّ عَنْ أَبِي الْأَزْهَرِيِّ، قَالَ: سَأَلَ ابْنُ عَمْرٍو عَنِ الْقِرَاءَةِ
خَلْفَ الْإِمَامِ، فَقَالَ: ۱ نِي لِأَسْتَحْيِي مِنْ رَبِّ هَذِهِ الْبَنِيَّةِ أَنْ
أَصْلِي صَلَوَةً لَا أَقْرَأُ فِيهَا بِأَمِّ الْقُرْآنِ. قُلْتُ: هَذِهِ مُعَارَضَةٌ

(۱) حاشیہ مسلم: کتاب الصلاۃ - باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ [ص: ۷۰ ج ۱ بتغییر الفاظ]
عمدۃ القاری: ابواب صفۃ الصلاۃ باب وجوب القراءۃ للامام والمأمومین ص: ۵۲-۵۱، ج: ۴، رقم: ۷۷۷۷
☆ اصل میں ”وجوب قراءۃ الفاتحۃ“ کا اضافہ ہے۔
☆ اصل میں ”یسمع“ ہے۔

باطلہ، فا ن ۱ سناد ما ذکرہ منقطع، والصحيح عن ابن عمر
 عدم وجوب القراءة خلف الا ^(۱)مام۔ کماروی مالک فی
 الموطأ بأعلى طرق الا سناد، عن نافع، عن ابن عمر قال:
 ۱ ذا صلی أحدکم خلف الا مام، فحسبه قراءة الا مام
 ۱ ذا صلی وحده، فليقرأ، قال: وكان عبد الله بن عمر لا يقرأ
 خلف الا مام۔ انتهى۔ ^(۲)

یعنی کہا از ہری نے، کہ پوچھے گئے ابن عمر قرأت خلف امام سے، پس کہا
 ابن عمرؓ نے، کہ حیا آتی ہے مجھ کو رب اس گھر کے، یعنی خانہ کعبہ کے سے، یہ
 کہ نماز پڑھوں میں، اور نہ پڑھوں اس میں سورۃ فاتحہ کو، روایت کیا اس کو
 جریر نے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ معارضہ باطل ہے، کیونکہ اسناد حدیث
 مذکور کی منقطع ہے، اور روایت صحیح ابن عمرؓ سے، عدم وجوب قرأت خلف امام
 کی ہے، جیسا کہ روایت کیا امام مالکؒ نے موطا میں، ساتھ اعلیٰ ترین اسناد
 کے، کہ فرمایا: ابن عمرؓ نے کہ جب نماز پڑھے کوئی شخص پیچھے امام کے، کافی
 ہے اس کو قرأت امام کی، اور اگر تنہا نماز ادا کرے، تو قرأت اس پر لازم
 ہے، اور ابن عمرؓ نہیں پڑھا کرتے تھے پیچھے امام کے۔

وروی عبد الرزاق في مصنفه: عن الثوري عن ابن ذكوان،

(۱) عمدة القاري: أبواب صفة الصلاة - باب وجوب القراءة للا مام والمأموم [ص: ۳۵۰]

ج ۳، رقم: ۷۵۶

(۲) موطأ للإمام مالک: کتاب الصلاة - باب ترك القراءة خلف الا مام فيما جهر فيه

ص: ۲۹ [نقل مطبع مجتبائی - دہلی: بلا سند تحقیق الذکور محمود احمد القیس]

ص: ۷۰ ج ۱، رقم: ۲۴۳ [مؤسسة النداء - أبو ظہبی: ۱۴۲۳ھ]

عن زید بن ثابت وابن عمر، کانا لا یقرآن خلف الا **مام**۔
یعنی زیدؓ اور ابن عمرؓ نہیں پڑھا کرتے تھے پیچھے امام کے۔

وروی ایضاً عن ہشام ابن حسان عن انس بن سیرین قال:

سالت ابن عمر: اقرأ مع الا **مام**؟ قال: **نک** لضخم البطن، یکنفیک
قراءة الا **مام** انتھی۔ ذکرہ أبو الفیض فی شرح المسند۔

یعنی کہا ابن سیرین نے کہ پوچھا میں نے ابن عمرؓ سے: آیا قرأت پڑھا
کروں پیچھے امام کے؟ فرمایا ابن عمرؓ نے کہ تحقیق، تو موٹے پیٹ والا ہے،
کافی ہے واسطے تیرے، قرأت امام کی، روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو
عبدالرزاق نے۔ ذکر کیا اس کو ابو الفیض نے شرح مسند میں۔

[۳۱۵]

حاصل جواب کا یہ ہے کہ حدیث ابو ہریرہؓ کی نہیں دلالت کرتی، اوپر وجوب
قرأت خلف امام کے، بلکہ قیاساً ابو ہریرہؓ نے مقتدی کو دل میں قرأت کا حکم
دیا ہے، یعنی سورۃ فاتحہ کو مقتدی زبان پر نہ لاوے، جیسا کہ دلالت کرتا ہے
اس پر روایت کرنا ابو ہریرہؓ کا حدیث: **ذا قفلاً نصتوا کو**۔ یعنی جب
پڑھنے لگے امام خاموش ہو جاؤ تم۔

قال مسلم ^(۳) وهو عندي صحيح یعنی کہا مسلم نے، کہ یہ حدیث صحیح ہے

نزدیک میرے۔

(۱) المصنف لعبد الرزاق: کتاب الصلاة۔ باب القراءة خلف الا **مام** [ص: ۱۴۰ ج ۲،

رقم: ۲۸۱۵]

(۲) شرح المسند لأبي الفیض:

(۳) صحيح مسلم: کتاب الصلاة۔ باب التشهد فی الصلاة [ص: ۱۷۳ ج ۱،

ص: ۱۵ ج ۲ رقم ۳۰۴]

پس بیان کرنا امام نووی کا، کہ مراد اس سے قرأت آہستہ ہے، دعویٰ بلا دلیل ہے۔
 اگر بالفرض قول ابو ہریرہؓ کا محمول اوپر قرأت سریہ کے کیا جائے، تو جواب اس کا یہ
 ہے کہ چونکہ ابو ہریرہؓ صحابہ مجتہدین سے نہیں ہیں اور یہ قیاس بھی مخالف آیت: ”وَاذْكُرُوا
 قُرْآنَ الْقُرْآنِ“ الآية اور حدیث صحیح: ”مَنْ كَانَ لَهُ اِسْلَامٌ تَحْتَ اِسْطِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ“
 ابو ہریرہؓ کا علماء حنفیہ نے لائق عمل نہ جانا۔

فلذا قال الطحاوي في شرح معاني الآثار ما خلاصته: أن
 حديث أبي هريرةؓ كل صلاة لم يقرأ فيها بأم القرآن فهي
 خداج. ليس في ذلك دليل على أنه صلى الله عليه وسلم أراد
 بذلك الصلاة التي تكون وراء الإمام، بل يجوز أن تكون
 صلاة التي لا إمام فيها للمصلي، بدليل من كان له إمام
 فقراءة الإمام له قراءة كيف وقد رأينا أبا الدرداء قد سمع
 من النبي صلى الله عليه وسلم، في ذلك مثل هذا، فلم يكن
 ذلك عنده على المأمومين، كما روى كثير ابن مرة
 الحضرمي عن أبي الدرداء، سمعته يقول: سئل رسول الله صلى
 الله عليه وسلم، أفي كل صلاة قراءة قال نعم، قال رجل من
 الأنصار وجبت هذه فالتفت اليّ، وكنت أقرب القوم منه، فقال
 يعني أبو الدرداء، ما أرى الإمام أن أم القوم إلا وقد كفاهم، فقد
 خالف أبو الدرداء رأي أبي هريرةؓ في ذلك انتهى (۱)
 یعنی حدیث ابو ہریرہؓ کی دلیل نہیں واسطے قرأت خلف امام کے بلکہ جائز ہے

کہ مراد اس سے نماز اکیلے کے ہو، تا کہ مخالف نہ ہو آیت: **واذا قرأ القرآن**
اور حدیث: قراءۃ الا ملم لہ قراءۃ جیسا کہ ابودرداءؓ نے حدیث قرأت
کو اس پر حمل کیا ہے، جیسا کہ روایت کیا ہے حضری نے ابودرداءؓ سے، کہ
پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، آیا ہر نماز میں قرأت ہے؟ فرمایا: ہاں!
کہا ایک انصاری نے کہ لازم ہوگئی قرأت پھر، التفات کیا ابودرداءؓ نے
طرف میری اور کہا کہ بیشک قرأت امام کی کافی ہے مقتدی کو، پس مخالف
ہو/ قیاس ابودرداءؓ کا ابوہریرہؓ سے۔

۴۳

فائدہ: معنی حدیث ابوہریرہؓ کے بھی، موافق قیاس ابودرداءؓ کے کرنا ضروریات سے
ہے تا کہ نہ مخالف ہو ساتھ باقی احادیث قویہ کے۔

مما یقوی قولنا ما أوردہ الترمذی فی جامعہ قال الا امام
أحمد: معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلاة لمن
لم یقرأ بفاتحة الكتاب ا ذا كان وحده، واحتج بحديث
جابر بن عبد الله حيث قال من صلى ركعة لم يقرأ فيها بأم
القرآن فلم یصل ا لا أن يكون وراء الا امام، قال أحمد: فهذا
جابر من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم تأول قول
النبي صلی اللہ علیہ وسلم، لا صلاة لمن لم يقرأ بفاتحة
الكتاب ا ذا كان وحده^(۱) انتهى كلام الترمذی.
قلت بهذا التوجيه يجمع النصوص وأيضا يدل عليه بل يعينه

(۱) جامع الترمذی: أبواب الصلاة۔ باب ما جاء فی ترک القراءة خلف الا امام ا ذا جهر بالقراءة

ماروی مالک عن نافع عن ابن عمر، قال ۱ ذا صلیٰ أحدکم خلف الا امام فحسبه قراءة الا امام، وا ذا طفلیٰ ووجدہ ورواہ عنه الدار قطنی مرفوعاً، وقال رفعہ وہم۔ (۱)

وقال الشيخ العابد المدني في جوابه، لكن الظاهر أن ابن عمر سمع ذلك من النبي صلى الله عليه وسلم لما قرآن الصحابي ۱ ذا أخبر بأمر لا مساغ للاجتهاد فيه فله حكم الرفع وههنا كذلك فكانت مرفوعاً حكماً، انتهى. فظهر أن هذا أولى مما رآه أبو هريرة. (۲)

یعنی ترمذی میں لکھا ہے کہ فرمایا امام احمدؒ نے، کہ حدیث: لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب سے اکیلا مراد ہے، بموجب حدیث جابرؓ کے: من صلی رکعة الخ یعنی جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے نہیں ہوتی نماز اس کی اگر نہ ہو پیچھے امام کے، پس جابرؓ صحابی کے نزدیک، حدیث: لا صلاة الخ سے بھی یہی معنی مراد ہیں۔

یہ تاویل بہتر ہے، کیونکہ اس تاویل سے سب آیات اور احادیث صحیحہ میں تعارض باقی نہیں رہتا، بلکہ اس تاویل کو معین کرتا ہے، روایت کرنا امام مالک کا ابن عمرؓ سے، کہ جب نماز پڑھے کوئی تمہارا پیچھے امام کے، پس کافی ہے اس کو قرأت امام کی اور اکیلے نمازی پقرأت لازم ہے۔

(۱) من الدار قطنی: کتاب الصلوة۔ باب ذکر نیابة الامام عن قراءة المأمون [ص: ۱۵۴، ج: ۹، ص: ۳۸۷، ج: ۱، رقم: ۱۳۸۷] و أخرجه الدار قطنی. بحوالہ فتح القدير: کتاب الصلاة۔ فصل في القراءة [ص: ۳۴۰ ج: ۱]

(۲) شرح المسند للشيخ عابد المدني: کتاب الصلاة باب كفاية الا امام للمأمون [ص: ۶۳ حاشیہ ۳ ملخصاً.]

اور روایت کیا ہے اس حدیث کو، دارقطنی نے ابن عمر سے بطور مرفوع کے۔ اور کہا دارقطنی نے کہ مرفوع ہونا اس حدیث کا ثابت نہیں، اور مقوف ہونا اوپر عبد اللہ بن عمر کے صحیح ہے، اور کہا شیخ عابد مدنی نے البتہ مرفوع ہونا اس کا روایت اثبات نہیں مگر حکما ضرور ۵ مرفوع ہے، کیونکہ مرفوع حکمی اس حدیث کا نام ہے، کہ جو صحابی ایسے امر کی خبر دے کہ جس میں قیاس کو راہ نہ ہو، اور یہ حدیث بھی اسی قبیل سے ہے۔ یعنی عبد اللہ بن عمرؓ کو یہ طاقت نہ تھی کہ بغیر فرمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ حکم لگاتے، یعنی مقتدی کو قرأت کا پڑھنا ضرور نہیں! پس تحقیق ماسبق سے ظاہر ہوا، کہ نہ پڑھنا مقتدی کا بموجب آیات واحادیث مذکورہ کے بہتر ہے، قرأت خلف امام سے بموجب قیاس ابو ہریرہؓ کے۔

قال صاحب الکافی شرح الوافی: ما ملخصه أن لا یقرأ المؤمن خلف الإمام، وقال الشافعی یقرأ الفاتحة لحديث عبادةؓ ولنا قوله تعالى: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ. كما يدل عليه رواية أبي كعب لما نزلت هذه الآية تركوا القراءة خلف الإمام وأيضاً لما قوله عليه السلام، من كان له إمام والخبر المشهور أنما جعل الإمام ليؤتم به، فاذا كبر فكبروا، وإذا قرأ فأنصتوا، وإذا ركع فاركعوا، وإذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لك الحمد، فبين كيفية الإمام فامر البعض بالمشاركة وفي البعض بالسكوت وفي البعض بالمجابهة، فثبت أن الانتماء على ما علم لا على نمط واحد. ^(۱)

[۱۵۱]

یعنی کہا صاحب کافی نے، کہ مقتدی کو بموجب آیت: **وَإِذَا قَرَأْتَ** القرآن کے پڑھنا پیچھے امام کے منع ہے اور امام شافعیؒ، جو حدیث عبادہ کو واسطے وجوب قرأت خلف امام کے دلیل پکڑتے ہیں، سو جواب اس کا یہ ہے کہ روایت ابی بن کعب سے ثابت ہے، کہ ابتدائے اسلام میں مقتدی پیچھے امام کے قرآن پڑھا کرتے تھے، بعد نزول اس آیت کے ترک کیا اصحابوں نے قرأت خلف امام کو، اور نیز دلیل ہے واسطے منع قرأت کے حدیث: **مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ أَوْ حَدِيثٌ مَشْهُورٌ: نَمَا جَعَلَ الْإِيعْنِي فَمَلَّهَا** آنحضرت نے، بیشک کیا گیا ہے امام، تاکہ تابعداری کی جاوے اس کی، پس جب کہ تکبیر کہے امام تکبیر کہو تم، اور جب قرآن پڑھنے لگے امام خاموشی اختیار کرو تم، اور جب رکوع کرے رکوع کرو، اور جب کہے: **سَمِعَ اللَّهُ** پس کہو تم: **زَيْنَا لَكَ الْحَمْدُ** بیان کر دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیفیت اقتدا کی، پس حکم کر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، بعض میں مشارکت کا اور بعض میں خاموشی کا اور بعض میں مجاہدیت کا، پس ثابت ہوا کہ تحقیق اقتدا امام کے افعال نماز میں ایک نمط پر نہیں۔

[۱۵۲]

قال العيني: مستند لا بقوله عليه السلام، وإِذَا قَرَأْتَ فَأَنْصِتُوا أَنْ هَذِهِ حُجَّةٌ صَرِيحَةٌ، فِي أَنَّ الْمُقْتَدِيَ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَقْرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ أَصْلًا، عَلَى الشَّافِعِيِّ، فِي جَمِيعِ الصَّلَوَاتِ وَعَلَى مَالِكٍ، فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، أَنْتَهَى (۱)۔

و مانقل عن بعض مشائخنا، أن القراءة خلف الإمام مام فيما لا يجهر، لا يكره للاجتهاد. رده ابن الهمام حيث قال: ثم لا يخفى أن الاحتياط في عدم القراءة خلف الإمام لأن الاحتياط هو العمل بأقوى الدليلين وليس مقتضى أقواهما القراءة، كيف وقد روي من عدة من الصحابة رضي الله عنهم فساد الصلاة بالقراءة خلفه بأقواهما المنع، انتهى مع تغيير يسير. (۱)

وفي النهاية منع المقتدي من القراءة مروياً عن ثمانين نفراً من أكابر الصحابة، رضي الله عليهم أجمعين. (۲)

قال صاحب الكافي منهم المرتضى وعبدالله بن مسعود وعبدالله بن عباس وعبدالله بن عمر. (۳)

وفي الكرماني عن الشعبي أدركت سبعين يدرياً كلهم على أنه لا تقرأ خلف الإمام ذكره القاري وغيره. (۴)

یعنی کہا عیسیٰ نے کہ حدیث: ۱۔ ذاقریٰ فأنصحوک صریح ہے اور عدم وجوب قرأت خلف امام کے نماز پنجگانہ میں اور قرأت خلف امام کو جو بعض مشائخ نے نماز سر یہ میں احتیاط درست لکھا ہے بالکل بے اصل ہے۔ کیونکہ

(۱) فتح القدیر: کتاب الصلاة۔ باب صفة الصلاة۔ فصل فی القراءة (ص: ۴۵۲ ج ۴)

(۲) النهاية: کی یہ عبارت حاشیہ فتح القدیر ص: ۳۳۰ ج ۱، نیز عمدة القاری (ص: ۳۳۹ ج ۳، رقم: ۵۷۲ پر ملاحظہ ہو)

(۳) الکافی: یہ عبارت بحیر عبارت حاشیہ فتح القدیر (ص: ۳۳۰ ج ۱) پر ہے، نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاری

(ص: ۳۳۹ ج ۳، رقم: ۷۵۲)

(۴) کرماني: علامہ کرمانی کی عبارت کے لئے دیکھئے: حاشیہ فتح القدیر (ص: ۳۳۰ ج ۱)

احتیاط، اور پرقوی ترین دلیل کے عمل کرنے کا نام ہے اور دلیل منع قرأت، خلف امام کی نہایت قوی ہے، بلکہ روایت کیا گیا ہے بہت صحابہ سے، کہ قرأت خلف امام سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ پس احتیاط اسی میں ہے کہ مقتدی، قرأت کو پیچھے امام کے ہرگز نہ پڑھے۔

اور نہایہ میں لکھا ہے، کہ منع کرنا قرأت روایت کیا گیا ہے، اسی (۸۰) صحابہ کبار سے، مثل علی اور عبادہ ثلثہ کے۔

اور کرمانی میں شععی سے نقل کیا ہے، کہ پایا میں نے ستر اصحاب کو جو جنگ بدر کی فضیلت سے مشرف تھے، کہ نہیں پڑھتے / تھے پیچھے امام کے۔ بیان کیا اس کو مائلی قاری وغیرہ نے۔ [۵۳]

پس ان احادیث اور آثار سے صاف واضح ہے، کہ اتفاق اکثر صحابہ اور تابعین وغیرہ کا، اس پر کہ قرأت خلف امام علی الاطلاق ممنوع ہے، یعنی کسی نماز میں سریہ ہو یا جہریہ سورۃ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورہ، ہرگز درست نہیں اور کلام شاہ ولی اللہ صاحب کا بھی دال ہے اسی مدعا پر۔

حيث قال في المسوى شرح الموطأ: في بيان حديث جابر رضي الله عنه من صلى ركعة لم يقرأ فيها بأم القرآن فلم يصل إلا وراء الإمام، قلت وعليه أهل العلم لا أن الشافعي يقول من لم يقرأ فاتحة الكتاب في كل ركعة فصلاته فاسدة^(۱) انتهى.

یعنی کہا شاہ ولی اللہ صاحب نے کہ حدیث جابر پر سوائے امام شافعی کے سب

(۱) المسوى شرح الموطأ: كتاب الصلاة - باب تجب قراءة الفاتحة في كل ركعة ص ۱۴۴.

اہل علم کا عمل ہے۔ اگر کوئی کہے کہ روایات مذکورہ بالا بعضے صحیح اور بعضے ضعیف ہیں تو اس کا جواب ہم ابتدائے کتاب میں تفصیلاً بیان کر چکے ہیں، یعنی ضعیف ہونا حدیث کا نزدیک محدثین کے، جو بعد امام اعظمؒ کی ہوئی ہیں، امام اعظمؒ کے حق میں مضربین، اور قطع نظر اس سے ہم نے کسی محل تعارض میں، بناو پر حدیث ضعیف کے نہیں کی، بلکہ ہر مقام میں احتجاج ساتھ ان احادیث کے کیا ہے، جو بموجب اصطلاح محدثین کے صحیح الاسناد ہیں، البتہ روایات ضعیف کو تائیداً ذکر کیا ہے، سو وہ محل اخذ اور اعتراض کا نہیں، کمالاً یخفی۔

خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ فریضت قرأت علی الاطلاق، یعنی امام ہو یا مقتدی، سورہ فاتحہ ہو یا کوئی اور آیت یا سورہ ہو ثابت ہے ساتھ آیت: فاقروا ماتیسر اور ساتھ فرمانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچ تعلیم اعرابی کے، ثم اقروا ماتیسر معک من القرآن رواہ البخاری۔^(۱) یعنی پڑھ نماز میں قرآن سے جو آسان ہو تجھ کو، لیکن قرار دینا سورہ فاتحہ کا بدون تخصص کے، ترجیح بلا مرجع اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔

کما مر بیانہ برفع جمیع شقوقہ وما قبل أن المخصص هو قوله عليه السلام، لا صلاة الا بفاتحة الكتاب رده العيني حيث قال: ولا يجوز أن يكون قوله لا صلاة الا بفاتحة الكتاب مخصصاً لأنه ينافي معنى التيسر فينقلب إلى تعسر وهذا باطل، ولا يجوز أن

۵۰

يكون مفسراً لأنه ليس فيه ا بهام.... وأما قول النووي

الفاتحة متيسرة، فنقول أن سورة الا خلاص أكثر تيسراً من

الفتاحة فمما معنى تعيين فاتحة الكتاب في التيسر بل هذا
تحكم بلا دليل ١ انتهى ملخصاً^(١).

وأيضاً قال العيني: ومن قال أنه مجمل كالتمي وغيره
كالكرماني، وحديث عبادة رضى الله عنه مفسر، والمفسر
قاض على المجمل، فقد أبعد جداً لأنه لا يصدق عليه
حدالا جمال كما ذكرنا عن قريب^(٢)، وأشار الى ماقاله فليت
شعري من قال: ١ ن حدالا جمال يصدق على هذا والمجمل
ماخفي المراد منه لنفس اللفظ خفاء، لا يترك ١ لا بيان من
المجمل سواء كان ذلك لتزاحم المعنى المتساوية الأقدام
كالمشترك، أو لغرابة اللفظ كالهلوع أو لانتقاله من معناه
الظاهر إلى ما هو غير معلوم، كالصلاة والزكاة والربا،
فانظر أيها المنصف النازح عن طريق الاعتساف! هل يصدق
ماقاله من دعوى الا جمال؟ وهل ينطبق ما ذكره الأصوليون في
حد المجمل على ما ذكره، فتسأل الله العصمة من دعوى
الباطيل والوقوع في مهمة التضليل، انتهى^(٣).

يعني حديث: لا صلوة ١ لا بفتاحة الكتاب: فافروا ما تيسرو

(٢-١) عمدة القاري: أبواب صفة الصلاة-باب وجوب القراءة للامام والمأموم ص: ٥٣

ج: ٣ رقم: ٤٥٤

(٣) عمدة القاري: أبواب صفة الصلاة-باب وجوب القراءة للامام والمأموم ص: ٥٣-٥٣

ج: ٣ رقم: ٤٥٤

تخصیص نہیں دے سکتی، کیونکہ تخصیص کرنے میں تیسر باقی نہیں رہتا بلکہ تحسر پیدا ہوتا ہے اور نہیں جائز یہ کہ حدیث مذکور تفسیر ہو آیت کی، کیونکہ آیت میں ابہام نہیں اور جو نوی شارح مسلم نے کہا ہے کہ سورہ فاتحہ آسان ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ سورہ اخلاص اس سے بھی آسان تر ہے، پس مخالفین کا فقط سورہ فاتحہ کو آسان سمجھنا اور باقی قرآن کو مشکل قرار دینا دعویٰ بلا دلیل ہے اور کہنا تمہی اور کرمانی وغیرہ کا کہ آیت مجمل ہے اور حدیث عبادہ کی مفسر ہے اور حکم مفسر کا بڑھ کر ہے مجمل سے، بالکل بعید ہے علمیت سے، کیونکہ مجمل اس کو کہتے ہیں کہ جس کی مراد پوشیدہ ہو، بسبب مشترک ہونے اس لفظ کے معانی متساویۃ الاقدام میں، یا بسبب قلیل الاستعمال ہونے اس لفظ کے، یا بسبب اس کے کہ معنی ظاہری، اس کے سے انتقال کیا ہے طرف معنی غیر معلوم کے، حالانکہ کوئی وجہ اخفا کی آیت: **فَاَقْرُوا** میں پائی نہیں جاتی، جیسا کہ نہیں پوشیدہ اور پر منصف یا غیر متعصب کے، دعا مانگتے ہیں ہم کہ بچاؤے اللہ جل جلالہ ہم کو گمراہی اور دعاوی باطلہ سے۔

پھر بعد ثبوت فرضیت قرأت علی الاطلاق کے، ساقط ہوئی قرأت مقتدی سے، بسبب نزول آیت کے:

”وَاذْكُرُوا الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا“ لَأَنْ نُّزِيلَهُ كَانِ فِي الصَّلَاةِ إِجْمَاعًا، قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ، كَمَا رَوَى أَبِي بِنِ كَعْبٍ وَهُوَ مِنْ فُقَهَاءِ الصَّحَابَةِ، لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ تَرَكُوا الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ.

یعنی سب علما کا اس پر اجماع ہے کہ نزول اس آیت کا نماز کے بارے میں

ہوا ہے [جیسا کہ امام احمد نے فرمایا] جیسا کہ روایت کیا ہے ابی بن کعب نے، جو فقہائے صحابہ سے ہیں، کہ جب نازل ہوئی یہ آیت، ترک کیا لوگوں نے قرأت خلف امام کو۔

ولم یثبت فرضیۃ فاتحۃ الكتاب، من أول الأمر كما مر بیانہ، لأن المراد من نفی: "لا صلوة" لا بفاتحة الكتاب "نفی الکمال، کما فی قوله علیہ السلام: لا یمان لمن لا أمانة، ولا لا یلزم الزیادة علی النص بخبر الواحد. ۱۰ نزلنا وسلمنا أن خبر لا صلوة لا بفاتحة الكتاب، یوجب فرضیۃ فاتحۃ الكتاب، قلنا قوله علیہ السلام من كان له ۱۱ امام فقراء الا امام له قراءة.

و مر تصحیحہ بطرق مصححة الا سناد مرفوعاً ومرسلاً، فاذا صح فقد وجب أن یخص عموم الآیة والحديث علی طريقة الخصم مطلقاً، فیخرج المقتدي، وعلی طریقنا یخصّ أيضاً لأنها عام خص منه البعض / وهو المدرك فی الركوع ۱ جماعاً فجاز تخصیصها بالحديث المذكور، وهذه حجة ثانية لنا لا غبار فیها أصلاً تقارب الحجة الأولى الثابتة بالنص القرآنی فی القوة.

(یعنی) اب تک نہیں ثابت ہوا فرض ہونا سورۃ فاتحہ کا، حدیث: لا صلوة ۱ بفاتحة الكتاب سے، کیونکہ یہ حدیث محمول ہے اوپر نفی کمال کے، جیسا کہ حدیث: لا یمان لمن لا أمانة له، ولادین لمن لا عهد له

اجماعاً محمول ہے اور پرفی کمال کے، کما مر تحقیقہ بما لا مزید علیہ اگر تسلیم کر لیں ہم اس امر کو کہ حدیث: لا صلوة الخ واجب کرتی ہے فرضیت فاتحہ کو، تو کہیں گے ہم کہ ساتھ حدیث صحیح الاسناد، یعنی: من كان له الخ کے واجب ہوا خاص کرنا آیت: فاقروا اور حدیث: لا صلوة کا، اوپر قاعدہ خصم کے بلا تکلف: لانه يجوز تخصيص العام بخبر الواحد عنده بلا شرط كونه مخصوصاً بدليل آخر قبله، لكون العام ظنيا عنده. كما بين في علم الأصول.

سوال: حدیث عبادہ بن صامت سے معلوم ہوتا ہے کہ سقوط قرأت کا مقتدی سے، بہ مقتضی آیت: ۱ ذاقروا حدیث: من كان له ۱ حکم، سوائے فاتحہ کے مراد ہے۔

جواب: بطلان اس دعوے کا، وجوہ متعددہ سے ثابت ہے:

وجہ اول: حدیث عبادہ کی نہایت ضعیف ہے، جیسا کہ گذر چکا بیان اس کا تفصیل سے، اور ایسی ضعیف حدیث سے تخصیص آیت اور تقیید اطلاق حدیث صحیح کا اتفاق درست نہیں، بلکہ ایسی روایت مقابل آیت اور حدیث صحیح کے اتفاقاً، لائق عمل کے نہیں۔

وجہ دوسری: حدیث عبادہ بن صامت سے وجوب قرأت خلف امام کا، نماز جبر یہ اور سریہ میں علی الاطلاق ثابت ہوتا ہے۔ پس معارض ہوئی یہ حدیث، احادیث صحیحہ کے، بلکہ ایک حدیث اسی عبادہ بن صامت سے صحیح الاسناد معارض حدیث مذکور کی موجود ہے:

عن عبادۃ بن الصامت أنه عليه الصلاة والسلام قال: لا يقرآن

أحد منكم شيئاً من القرآن ۱ ذاجهرت بالقرآن وقال

الدارقطني رجاله كلهم ثقة. (۱)

(۱) سنن الدارقطني: کتاب الصلوة - باب وجوب القراءة أم الكتاب في الصلوة خلف

یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہرگز نہ پڑھے کوئی تم میں سے، قرآن کی کوئی شے، جس وقت پکار کے پڑھوں میں قرآن، کہا دارقطنی نے کہ راوی اس حدیث کے سبب معتبر ہیں۔

پس بسبب صحیح الاسناد ہونے اس حدیث کے، جو دال ہے اوپر منع قرأت مقتدی کے، نماز جہریہ میں واجب ہوا ترک کرنا پہلے حدیث ضعیف الاسناد کا، جو برابر دال ہے اوپر وجوب قرأت مقتدی کے نماز جہریہ اور سریہ میں، کیونکہ درست نہیں کسی کے نزدیک عمل کرنا اوپر حدیث ضعیف کے، جو مخالف اس کے دوسری حدیث صحیح الاسناد موجود ہو اور معارض حدیث قرأت کی اور احادیث بھی بہت ہیں۔

منہا ماروی مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فی الموطأ عن ابن شہاب عن ابن اکیمة الیشی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما انصرف من صلاة جهر فیہا بالقراءة فقال هل قرأ معی منکم أحد أنفا فقال رجل نعم، أنا یا رسول اللہ! قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ا نی أقول مالی أنزع القرآن فانتہی الناس عن القراءة سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جهر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءة من الصلوات، حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. (۱)

(۱) موطأ لآل مالک: کتفہلاً۔ باب ترک القراءة خلف الـ امام فیما جهر فیہ [ص: ۲۹،

وأيضاً رواه أبو داود^(۱) في سننه، وقال: روى حديث ابن أكيمة هذا
معمر ويونس وأسماء بن زيد عن الزهري على معنى مالك. انتهى.
وأيضاً روى هذا الحديث، أحمد^(۲) والنسائي^(۳)
والترمذي^(۴) وابن ماجه^(۵).

وقال الترمذي وفي الباب: عن ابن مسعود وعمران بن
حصين وجابر بن عبد الله، انتهى.

یعنی بیان کیا ابو ہریرہؓ نے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: بعد سلام
پھیرنے کے نماز جہریہ سے، کہ آیا پڑھا ہے ساتھ میرے کسی نے تم
میں سے۔ اب کہا ایک شخص نے کہ ہاں پڑھا ہے میں نے یا رسول اللہ! پھر
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ تحقیق کہتا ہوں میں کہ کیا باعث ہے
منازعت میری اکا، ساتھ قرآن کے پھر موقوف کیا لوگوں نے قرأت
خلف امام کو نماز جہریہ میں، روایت کیا اس کو امام مالک اور ابو داؤد اور امام
احمد اور نسائی اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اور اسناد اس حدیث کی صحیح ہے۔

(۱) سنن أبي داود: كتاب الصلاة - باب من رأى القراءۃ - ذالم بجهر [ص: ۱۲۰ ج: ۱]
ص: ۵۲۳ ج: ۱، رقم: ۸۲۲]

(۲) المسند للإمام أحمد بن حنبل ص: ۴۹۷ ج: ۷، رقم: ۷۸۲۰ [دار الحديث - القاهرة ۱۳۱۶ھ]

(۳) سنن النسائي: كتاب الافتتاح - باب ترك القراءة خلف الإمام فيما جهل لا - ج: ۱،
ص: ۱۲۸، رقم: ۹۲۰]

(۴) جامع الترمذي: أبواب الصلاة - باب ما جاء في ترك القراءة خلف الإمام - ج: ۱،
بالقراءة [ص: ۴۲ ج: ۱، ص: ۱۸ ج: ۲، رقم: ۳۱۲]

(۵) سنن ابن ماجه: كتاب الصلاة - أبواب إقامة الصلاة والسنة فيها الخ [ص: ۶۱،
ص: ۳۳ ج: ۲، رقم: ۸۳۸]

منها ماروی النسائي في باب سجود القرآن؛ أخبرنا علي بن حجر أخبرنا إسماعيل عن يزيد بن خصيفة عن يزيد بن عبد الله بن قسيط عن عطاء بن يسار أنه أخبره أنه سئل زيد بن ثابت عن القراءة مع الا ^(۱) انتهى. [وأيضاً رواه مسلم في صحيحه بهذا اللفظ].

یعنی پوچھے گئے زید بن ثابتؓ، قرأت خلف امام سے۔ پس فرمایا کہ نہیں! بالکل قرأت ساتھ امام کے کسی نماز میں۔ روایت کیا اس کونسائی اور مسلم نے۔

ووقوع لفظ قراءة وشئ تحت النفي في هذا الحديث أفاد عموم نفي القراءة أعني فاتحة كانت أو غيرها، جهرية كانت الصلاة أو سرية، كما لا يخفى على من له أدنى ممارسة في المنقول والمعقول.

منها ماروی النسائي في باب ترك القراءة خلف الا ^(۲) امام فيما جهر. أخبرنا محمد بن عبد الله بن مبارك حدثنا محمد بن سعد الأنصاري، قال حدثني محمد بن عجلان، عن زيد بن أسلم، عن أبي صالح، عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ^(۳) ا نما الا امام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فأنصتوا.

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، بیشک کیا جاتا ہے امام تاکہ تابعدار

(۱) سنن الكبرى للنسائي: كتاب الا فتعجب ترك السجود في والنجم [ص: ۱۱ ج ۱، ص ۱۲۳ برقم: ۹۶۱]

(۲) سنن النسائي: كتاب الا فتعجب تأويل قوله عز وجل "فاذا كبر فكبروا" [ص: ۱۰۷ ج ۱، ص ۱۲۸ برقم: ۹۲۳]

کی جائے اس کی، اس طور پر، کہ جس وقت تکبیر کہے امام، تکبیر کہو تم، اور جب پڑھنے لگے امام خاموش ہو جاؤ تم۔ روایت کیا اس کو نسائی نے لفظ: **ذاقبل** [۱] فأنصتوا اس حدیث میں اور لفظ: فانتهی الناس عن القراءة حدیث سابق میں صاف دال ہے اور پر ممنوعیت قرأت خلف امام کے، بلا تخصیص فاتحہ وغیرہ، اور تائید دیتا ہے اس کو لفظ: شیئاً من القرآن کا جو بعض احادیث مسبوقة الذکر میں مروی ہے۔

منها ماروی الطحاوی فی معانی الآثار: من الروایة المذكورة وغيره لکن اکثر کناہ بسبب التکرار وخوف الا ^(۱) طالة یعنی اسی قبیل سے ہیں روایات مذکورہ وغیرہ طحاوی کے معانی آثار میں، نہ بیان کیا میں نے ان روایات کو اس مقام پر واسطے خوف اطالت کے۔

اسی واسطے جب شافعیوں نے مذہب اپنے کو، بیچ قرأت خلف امام کے، نماز جہریہ میں مخالف احادیث صحیحہ کے، پایا اور نہ ملی ان کو کوئی حدیث صحیح موافق مذہب اپنے کے، ترک کیا شافعیوں نے، قرأت خلف امام کو نماز جہریہ میں وقت پڑھنے امام، اور اجتہاد کیا اس امر کو کہ امام بعد پڑھنے سورۃ فاتحہ کے چپکا کھڑا ہے، کہ مقتدی سورۃ فاتحہ کو ادا کریں، جیسا کہ شافعیوں کا اب حرمین شریفین میں بھی عمل ہے۔ اگر شافعیوں کے نزدیک حدیث عبادہ کی پایہ ثبوت کو پہنچتی، ہرگز اس تکلف خلاف وضع کو اختیار نہ کرتے اور سکوت مذکور بھی محتاج طرف دلیل کے ہے، بلکہ الثابت بعد اہونا امام کا، واسطے مقتدیوں کے مخالف

(۱) شرح معانی الآثار: کتاب الصلاۃ۔ باب القراءة خلف الا امام ص: ۳۸۴ ج ۵ ابن عجلانکہ متعلق ہے قلت: أما ابن عجلان فا نه وقفه العجلي وفي الكمال لعبد الغني ثقة كثير الحديث وذكر الدار قطنی: أن مسلماً أخرج له في صحيحه فهذا زيادة . نخب الأفكار: کتاب الصلاۃ۔ باب القراءة خلف الا امام [ص: ۳۸۶ ج ۵]

حدیث: ۱ نما جعل الا امام لیکن تمہہ پس معلوم ہوا کہ شافعیوں کو ابھی اس مسئلہ میں بہت حیرانی ہے اور سرگردانی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

وجہ سوم: حدیث: من كان له امام السخ قرأت ماوراء فاتحہ کا مراد لینا ہرگز ممکن نہیں، کیونکہ راوی اس حدیث کا جو جابر بن عبد اللہ ہے، وہ خود کہتا ہے کہ مقتدی سورۃ فاتحہ کو بھی نہ پڑھے اور یہ بات جابر سے، ساتھ چند لوازمات صحیحہ معتبرہ کے ثابت ہے۔

کماروی مالک فی الموطأ: حدثنا وهب بن كيسان أنه سمع جابر بن عبد الله يقول: من صلى ركعة لم يقرأ فيها بأم القرآن فلم يصل الا لا وراء الا امام، انتهى.

وروی الترمذی فی جامعہ قال: حدثنا اسحاق بن موسیٰ

الأنصاري قال أنا معن قال حدثنا مالک عن أبي نعیم

وهب بن كيسان أنه سمع جابر بن عبد الله يقول من

صلى ركعة لم يقرأ فيها بأم القرآن فلم يصل الا لا أن

يكون وراء الا امام وقال هذا حديث حسن صحيح،

انتهی! (۲) أقول رجاله علی شرط مسلم.

وروی ابن ابی شیبہ فی مصنفہ: حدثنا ابن علیة عن الوليد

بن أبي هشام عن وهب بن كيسان، قال قال جابر بن

(۱) موطأ لالا امام مالک: کتاب الصلاة باب ما جاء في أم القرآن [ص: ۲۸، ص ۶۹ ج ۲، رقم: ۲۳۷]

(۲) جامع الترمذی: أبواب الصلاة - باب ما جاء في ترك القراءة خلف الا امام ا ذا جهر بالقرآن

[ص: ۳۲ ج ۱، ص: ۲۳ ج ۲، رقم: ۳۱۳]

عبداللہ: من لم یقرأ فی کل رکعة بآم القرآن فلم یصل ۱ لا
خلف الإمام^(۱) انتہی۔

وروی الطحاوی فی شرح معانی الآثار: عن محمد بن علی
بن داؤد البغدادی وفہد بن سلیمان حدثنا ۱ سماعیل بن
موسیٰ حدثنا مالک، فذكر هذا الحديث با سنادہ۔ انتہی۔
یعنی کہا جابر نے کہ جو شخص پڑھے ایک رکعت بدون سورۃ فاتحہ کے، نہیں ہوتی
نماز اس کی، مگر یہ کہ ہو پیچھے امام کے۔ روایت کیا اس کو امام مالک نے موطا
میں اور ترمذی نے اپنی جامع میں، اور کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح
ہے۔ کہتا ہوں میں کہ روایت اس کی اوپر شرط مسلم کے ہے۔

اور روایت کیا اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے (جو استاد ہے بخاری اور مسلم کا) اپنی
کتاب میں، جو نام اس کتاب کا مصنف ہے اور روایت کیا اس حدیث کو طحاوی نے معانی
آثار میں۔

وایں چنیں حدیث اگرچہ سندش موقوف باشد بر صحابی لیکن در حکم مرفوع
است، چرا کہ فقرہ اول حدیث دلالت می کند، کہ نماز صحیح نمی شود، مگر بفتح
و ثبوت ایں فقرہ بروایات صحیحہ مرفوعہ در صحیح بخاری وغیرہ اسم متحقق است۔ پس
استثناء آں چنیں امر در حق مقتدی صحابی از رائے خود، بغیر سماع از آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نمی توان کرد۔ پس ایں حدیث اگرچہ بظاہر موقوف است،

(۱) المصنف لا بن ابی شیبہ: کتاب الصلاۃ باب: لا صلاة الا بفاتحة الكتاب
[ص ۲۳۹ ج ۳، رقم: ۳۶۴۱]

(۲) شرح معانی الآثار: کتاب الصلاۃ۔ باب القراءة خلف الا امام [ص: ۱۲۳ ج ۱]

مگر در حقیقت حکم مرفوع دارد۔

ترجمہ: اس طرح کی حدیث اگرچہ اس کی سند مقوف ہے صحابی پر، لیکن مرفوع کے حکم میں ہے، اس لئے اس حدیث کا، پہلا فقرہ دلالت کرتا ہے، کہ نماز صحیح نہیں ہوگی، مگر سورہ فاتحہ سے۔ اور اس فقرہ کا ثبوت مرفوع صحیح احادیث سے بخاری شریف وغیرہ میں نام کے ساتھ واضح ہے۔

پس اس طرح کی بات کا حکم، مقتدیوں کے معاملہ میں کسی صحابی سے ان کی اپنی رائے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر نہیں کر سکتے۔ اس لئے یہ حدیث اگرچہ بظاہر مقوف ہے لیکن مرفوع کا حکم رکھتا ہے۔ [نور]

کما بین فی اصول الحدیث، قال الشیخ عبدالحق فی بعض / رسائلہ، بما حاصلہ: والرفع الحکمی فکاخبار الصحابی عن ترتب ثواب أو عقاب علی فعل أو یفعل، وما لا مجال فیہ للاجتهاد أو یخیر أنه من السنۃ الی غیر ذلک من الصور التي لا مجال فیہ للاجتهاد. (۱)

حاصل ان دونوں عبارتوں کا یہ ہے، کہ اگر صحابی خبر دے کسی فعل کے ثواب یا عقاب کی، یا بیان اس کا مخالف اجتہاد کے ہو، ایسی حدیث محدثین کے نزدیک، بیچ حکم حدیث مرفوع کے ہے اور حدیث مذکور جابرؓ کی بھی اسی قبیل سے ہے، کیونکہ جابرؓ کو مجال نہ تھی کہ وجوب سورہ فاتحہ کا بیان کر کے پھر اپنی طرف سے مقتدی کو وجوب مذکور سے مستثنیٰ کریں، بلکہ مرفوعاً نہ بیان کرنا ان کا دال اوپر متفق علیہ ہونے اس امر کے ہے، یعنی اگر زمانہ صحابہ میں اس امر کا مختلف فیہ ہونا جابرؓ کو معلوم ہوتا، تو ضرور واسطے الزام مخالف کے، مرفوعاً بیان کرتے، کیونکہ

(۱) مقدمہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مع حواشی المعتمدی مولانا نجم الاحسان مجددی ص: ۳۰ [ستارہ ہند نمبر ۲۰ کلکتہ: ۱۳۵۷ھ]

دعویٰ بلا دلیل سے موقع اختلاف میں نہایت خلل پیدا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

وجہ چہلم: مرفوع حکمی ہونا حدیث جابر بن عبد اللہ کا، آثار صحابہ سے بھی ظاہر ہے، کیونکہ اقوال جمہور صحابہ خصوصاً صحابہ مجتہدین کے بایں شدت، کدکاش کہ مقتدی کے منہ میں جو پڑھے پیچھے لام کے پتھر ہوں، انگارا آگ کا ہو، اور وہ فاسق ہے، دین پر نہیں، فاسد ہو جاتی ہے نماز اس کی علی الاطلاق، یعنی بدون تخصیص سورۃ فاتحہ وغیرہ اور نماز جہر یہ و سر یہ کے وارد ہونا صاف دال ہے، اس پر کہ صحابہ کرام کو قرأت خلف امام کے منع ہونے میں کوئی وہم اور احتمال جانب مخالف کا نہیں تھا، ورنہ سرزد ہونا ایسے مواعید شدیدہ کا، امر احتمالی میں صحابہ عظام سے جو امور دینیہ میں کمال محتاط تھے، ہرگز ممکن نہ تھا۔ یعنی درود مواعید شدیدہ کا، اقوال صحابہ میں اس واسطے ہوا ہے، کہ ان کو منع ہونے قرأت خلف امام میں یقین کلی حاصل تھا، اور یقین کلی کا حاصل ہونا، ان کو بدون فرمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ممکن نہیں، واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

وجہ ہجتم: یہ وجہ بہت شافی اور کافی ہے یعنی مادہ نزاع اور اختلاف کی سخت بخی کن ہے، وہ یہ ہے کہ مرفوع ہونا حدیث جابر مذکور کا بھی ثابت ہے۔



لصاروی الطحاوی فی معانی الآثار باسناد متصل مرفوع:

حدثنا بحر بن نصر حدثنا یحییٰ بن سلام أخبرنا مالک عن
وہب بن کیسان، عن جابر بن عبد اللہ عن رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم، أنه قال من صلی رکعة، فلم یقرأ فیہا بآم
القرآن فلم یصل، إلا وراء الا امام انتہی^(۱)۔

(۱) شرح معانی الآثار: کتاب الصلاة باب القراءة خلف الا امام [ص: ۴۳ ج ۱]
یحییٰ بن سلام کے بارے میں علامہ عینی فرماتے ہیں، قلت: قال ابن ابی حاتم سالت ابی عنہ
فقال: شیخ بصری وقع ا لی مصدوق۔ نخب الأفكار: کتاب الصلاة۔ باب القراءة
خلف الا امام [ص: ۳۹۸ ج ۵]

یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ جس شخص نے پڑھی ایک رکعت اور نہ پڑھا سورۃ فاتحہ کو، پس نہیں ہوتی نماز اس کی، مگر یہ کہ ہو پیچھے امام کے۔ روایت کیا اس کو طحاوی نے، معانی آثار میں۔

اب عرض کرتا ہوں میں کہ جب کہ عام ہونا آیت: ۱ ذاقری القرآن طلاق حدیث: من کان له ۱ کافی ممنوع ہونے قرأت کا، سورۃ فاتحہ وغیرہ کے ساتھ، تفسیر حدیث مرفوع حکمی اور حقیقی کے ثابت ہوا، تو کسی احتمال اور خدشہ کو گنجائش نہ رہی۔ اب طالب حق کو بجز تسلیم اور انقیاد کے، مکان دم مارنے کا نہیں۔ فظہر الحق والحق یعلو ولا یعلیٰ، واللہ اعلم۔

سوال: ظاہر مطلب آیت: ۱ ذاقری القرآن فاستمعوا لکلی معلوم ہوتا ہے کہ چپکے رہنے کا حکم، اس آیت میں واسطے استماع کے ہے اور وہ متصور ہے نماز جہریہ میں، نہ سریہ میں پس کس واسطے حمل نہیں کرتے حدیث: من کان له ۱ کافی نماز جہریہ پر۔ کما هو مذهب مالک ویؤید ما روی مالک فی الموطأ من الآثار، قال مالک عن هشام بن عروہ عن أبیه، کان یقرأ خلف الامام فیما لا یجہر فیہ الا امام بالقراءۃ، قال مالک عن یحییٰ بن سعید وعن ربیعۃ بن أبی ربیعۃ بن أبی عبد الرحمن أن القاسم بن محمد، کان یقرأ خلف الامام فیما لا یجہر فیہ الا امام بالقراءۃ قال مالک عن زید بن رومان أن نافع بن جبر بن مطعم کان یقرأ خلف الامام فیما لا یجہر فیہ بالقراءۃ (۱)۔

(۱) موطأ للامام مالک: کتاب الصلاۃ۔ باب القراءۃ خلف الامام فیما لا یجہر فیہ بالقراءۃ

[ص: ۲۹، ص: ۷۰، ج ۱، رقم: ۲۴۱]

☆ اصل میں "فیما لا یجہر الا امام بالقراءۃ"

یعنی عروہ اور قاسم اور نافع تھے پڑھا کرتے قرآن کو نماز سر یہ میں پیچھے امام کے روایت کیا اس کو امام مالک نے موطا میں۔

[۵۷]

جواب: یہ قول چند وجوہ سے مدفوع ہے:

وجہ اول: حکم خدا پاک کو اپنی رائے سے، تخصیص دینی ہرگز درست نہیں، بلکہ آیت اپنے عموم پر باقی ہے، جیسا کہ گذر چکی تحقیق اس کی، اور وہ صرف خاموشی کا، بعض احادیث میں بدون ذکر استماع کے شاہد عدل ہے، اس مدعا پر، اور وہ حدیث یہ ہے: ۱ ذاقری القرآن فانصتوا۔

پس انصت معلق بوقت قرأت است و قرأت عام است جہر یہ و سر یہ راپس جزا یعنی سکوت ہم بہر دو صورت مرتب خواہد شد و در آیت کریمہ ظہور فاستمعوا اگرچہ بجز جہر صورت نمی بند و لیکن عمل "بانصتوا" اور ہر دو متصور است ترجمہ: اس لئے خاموش رہنا [سکوت] قرأت سے متعلق ہے اور قرأت عام ہے جہر یہ اور سر یہ کو، پس جزا، یعنی خاموشی دونوں کو دونوں صورت میں مرتب ہوگا اور آیت کریمہ: فاستمعوا پس سنو اور خاموش رہو۔ [نور]

یعنی حکم خاموشی کا حدیث مذکور میں متعلق کیا گیا ہے، ساتھ وقت پڑھنے قرأت کے، علی الاطلاق، یعنی نماز جہر یہ ہو یا سر یہ اور ظہور فاستمعوا کا جو آیت میں وارد ہے، اگرچہ موقوف اوپر جہر یہ کے ہے، لیکن عمل ساتھ انصتوا کے جو آیت اور حدیث میں وارد ہے، جہر یہ اور سر یہ دونوں میں ہو سکتا ہے، بلکہ ذکر انصت کا بعد استماع کے دلیل کامل ہے، اس امر کے مقصود بالذات ہونے پر، ورنہ ذکر انصت جو بموجب قول سائل کے موقوف علیہ استماع کا ہے، بعد ذکر استماع کے بطریق عطف لا طائل ہوتا، کیونکہ وجود شے بدون وجود موقوف علیہ، محالات سے ہے۔ پس گویا انصت بسبب موقوف علیہ ہونے کے استماع میں

مذکور ہو چکا، پس دوبارہ ذکر کرنا اس کا خالی ٹکرا سے نہ ہوتا، اور جو مقتدی بسبب بعد یا بہرا ہونے کے، قرأت امام کی نہ سنے تو بھی اس پر انصاف کا لازم ہونا نزدیک امام مالک کے دلالت کرتا ہے کہ انصاف صرف واسطے استماع کے نہیں اور وہ جو مسائل نے، روایات موطا کی نقل کی ہیں، صرف اقوال تابعین کے ہیں۔ پس امام اعظمؒ جو تابعی اور مجتہد تھے، حدیث اور آیت کے مخالف ہو کر تقلید اپنا جو زبان کی کیونکر کرتے، بلکہ جو بعض صحابہ سے بھی اس باب میں منقول ہے، اس کو ابتدائے اسلام پر حمل کرنا چاہئے، یعنی قبل نزول آیت: ۱ ذاقری القرآن کے قرأت خلف امام جاری تھی، بعد وہ ترک کی گئی تا مخالف آیت کی لازم نہ آئے۔

کماروی ابی بن کعب: ۱ نما نزلت هذه الآية ترك القراءۃ خلف
الا [۵] مطلقاً بعد نزول اس آیت کے، ترک کر دیا لوگوں نے خلف امام کو، بلکہ قاسم بن محمد مذکور سے عدم قرأت خلف امام مخالف روایت امام مالک کے بھی ثابت ہے۔

قال محمد في موطأه: حدثنا أسامة بن زيد المدني حدثنا سالم بن عبد الله بن عمر قال: كان ابن عمر لا يقرأ خلف الا ما قال أي أسامة فسألت القاسم بن محمد عن ذلك؛ فقال ان تركه ناس فقد تركه ناس يقتلهم أي الصحابة وان قرأت فقد قرأ ناس يقتلهم بهم وكان القاسم ممن لا يقرأ. (۱)

یعنی عبد اللہ بن عمر نہیں پڑھا کرتے تھے، قرأت خلف امام کو، کہا اسامہ نے کہ پوچھا میں نے یہ مسئلہ قاسم سے، پس کہا قاسم نے، کہ اگر ترک کرے تو قرأت کو، تو ترک کیا ہے اس قرأت کو، ایسے لوگوں نے جو پیروی کی جاتی ہے ان کی، یعنی صحابہ اور تابعین [نے] اور اگر پڑھے قرأت کو، تو پڑھا ہے

ایسے مخصوص نے، کہ پیروی کی جاتی ہے، ان کی اور تھے قاسم ان لوگوں سے کہ نہیں پڑھتے تھے، پیچھے امام کے، روایت کیا اس کو امام محمدؒ نے موطائیں۔

پس ثابت ہوا کہ نزدیک قاسم کے قرأت اور ترک قرأت، دونوں امر برابر تھے، پس قول ان کا بموجب قاعدہ ۱ ذاتعارضاتسا قاطط ہو کر،

جانب ترک قرأت کو مفید ہوا: لكونه أصليا فالمصير إليه ضروري عند تساقط الدلائل، وكل شيء يرجع إلى أصله، والله أعلم وعلمه أتم.

وجہ دوم: اگرچہ بعض آثار سے ثبوت قرأت خلف امام کا نماز سریہ میں پایا گیا ہے، لیکن آثار عدم قرأت کے بہت کثرت سے ہیں۔

نقل الکرماني عن الشعبي أدركت سبعين بدرية، كلهم على أنه لا يقرأ خلف الإمام لیکن چوں کہ ان آثار مطلقہ میں خصم تنقید کا وہم کر سکتا تھا، لہذا اس مقام میں ان روایات کو نقل کیا جاتا ہے جو احتمال تخصیص جبریہ سے برتر ہیں۔

کما روی مسلم (۲) في صحيحه، عن عطاء بن يسار أنه

أخبره أنه سئل زيد بن ثابت عن القراءة خلف الإمام، فقال

لا قراءة مع الإمام بل في شيء انتهى.

مراد في شيء من الصلاة، كما هو مصرح في بعض

الروايات. قال الطحاوي: حدثنا يونس بن عبد الأعلى حدثنا

عبد الله بن وهب أخبرني حيوة بن شريح عن بكر بن عمرو،

(۱) ملاحظہ ہو: حاشیہ فتح القدیر: کتاب الصلوة۔ فصل فی القراءة [ص: ۳۴، ج: ۱]

(۲) المصنف لابن أبي شبة: کتاب الصلاة، باب من كره القراءة خلف الإمام

[ص: ۷۸، ج ۲، رقم: ۳۸۰۴] بتغییر یسیر۔ مسلم میں یہ روایت نہیں ملی۔

عن عبيد اللہ بن مقسم أنه سئل عبد الله بن عمرو زید بن ثابت وجابر بن عبد الله، فقالوا لا تقرأ خلف الا امام في شيء من الصلوات.

حدثنا يونس حدثنا ابن وهب أبي مخرمة بن بكر بن عبد الله بن الأشج عن أبيه عن عبد الله بن مقسم قال: سمعت جابر بن عبد الله فذكر مثله حدثنا يونس حدثنا ابن وهب أخبرني مخرمة عن أبيه عن عطاء بن يسار عن زيد بن ثابت سمعته يقول لا يقرأ المؤمن خلف الا امام في شيء من الصلوات. حدثنا فهد بن سليمان حدثنا علي بن معبد حدثنا اسماعيل بن أبي كثير عن يزيد بن قسيط عن عطاء بن يسار عن زيد فذكر مثله.

قال الطحاوي فهو لاء جماعة من أصحاب رسول ﷺ صلى الله عليه وسلم قد اجتمعوا ﷺ على ترك القراءة خلف الا امام وقد وافقهم على ذلك ما قد روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم مما قدمنا ذكره وشهد لهم النظر الذي بما قد ذكرنا فذلك أولى مما خالفه. انتهى كلامه في معاني الآثار (۱) کے یہ ہیں کہ قرأت خلف امام کے نماز جہریہ میں ہو یا سریہ

(۱) شرح معانی الآثار: کتاب الصلاة - باب القراءة خلف الا امام [ص: ۵۳۳ ج ۱]

☆ اصل میں "النبي" ہے۔

☆ اصل میں "اجتمعوا" ہے۔

☆ اصل میں "النبي" ہے۔

ہرگز درست نہیں روایت کیا حدیث اول کو مسلم نے صحیح مسلم میں اور روایت کیا باقی احادیث کو طحاوی نے معانی آثار میں اور کہا طحاوی نے بعد ذکر ان احادیث کے کہ یہ گروہ صحابہ کرام کا متفق ہے اور ترک قرأت خلف امام کے اور حدیث مرفوع بھی موافق ان کے روایت کی گئی ہے پس ترک کرنا قرأت کا ضرور اولیٰ و راجح ہو قرأت خلف امام سے واللہ اعلم۔

[۵]

وفي مصنف ابن أبي شيبة، حدثنا هشيم ^{عن أبي بشر عن} سعيد بن جبير قال: سأله عن القراءة خلف الإمام قال: ليس وراء الإمام قراءة ^(۱) انتهى.

یعنی نہیں پیچھے امام کے قرأت، روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں۔

وروی محمد في كتاب الآثار: أخبرنا أبو حنيفة قال حدثنا حماد عن إبراهيم قال ماقرأ علقمة بن قيس، قط فيما يجهر فيه، ولا فيما لا يجهر فيه ولا في الركعتين الأخيرين، أم القرآن ولا غيرها خلف الإمام ^(۲) انتهى.

یعنی نہیں پڑھا علقمہ نے پیچھے امام کے نماز، جہر یہ اور نہ سر یہ میں، اور نہ دو رکعت اخیرہ میں، سورہ فاتحہ اور نہ کسی اور آیت یا سورہ کو۔ روایت کیا اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں۔

(۱) المصنف لابن أبي شيبة: كتاب الصلاة - باب من كره القراءة خلف الإمام -

[ص: ۲۸۰ ج ۳، رقم: ۳۸۱۳]

(۲) كتاب الآثار: كتاب الصلاة - القراءة في الصلاة - باب القراءة خلف الإمام وتلقينه: [ج ۱ ص ۱۶۳]

۱۶ اصل میں "معتمر" ہے۔

قال العيني: وفي التمهيد: ثبت عن علي وسعد وزيد بن ثابت

أنه لا قراءة مع الا امام لا فيما أسره ولا فيما جهر، انتهى^(۱).

یعنی ثابت ہے علی اور سعد اور زید سے، کہ نہیں قرأت ساتھ امام کے نہ نماز سر یہ میں اور نہ جہر یہ میں۔ نقل کیا اس کو عینی شارح بخاری نے تمہید سے۔

حدثنا وكيع عن الضحاك بن عثمان عن عبد الله بن يزيد

عن ابن ثوبان عن زيد بن ثابت، قال: لا تقرأ خلف الا امام

لا ن جهر ولا ن لحاكت.

یعنی کہا زید بن ثابت نے، ترک کر قرأت خلف امام کو، نماز جہر یہ اور سر یہ دونوں میں۔

حدثنا الفضل عن زهير عن الوليد بن قيس قال: سألت

سويد بن غفلة أقرأ خلف الإمام في الظهر والعصر؟ قال لا.

رواهما ابن أبي شيبة.^(۲)

یعنی پوچھا سوید سے کہ قرأت خلف امام ظہر اور عصر میں درست ہے؟ کہا سوید

نے درست نہیں۔ روایت کیا ابن دونوں حدیثوں کو، ابن ابی شیبہ نے۔

روایات مذکورہ صاف دال ہیں اس امر پر، کہ مذہب جمہور صحابہ کا بھی ہے کہ قرأت خلف

امام ہرگز درست نہیں، بلکہ اجتماع صحابہ سے ظاہریوں مفہوم ہوتا ہے، کہ نہیں کہا انہوں نے

(۱) عمدة القاري: أبواب صفة الصلاة - باب وجوب القراءة للإمام والمأموم [ص: ۵۴]

ج ۳، رقم: ۷۵۶]

(۲) المصنف لابن أبي شيبة: باب من كره القراءة خلف الإمام [ص: ۲۷۹، ج: ۳]

(۳) المصنف لابن أبي شيبة: كتاب الصلاة - باب من كره القراءة خلف الا امام [ص: ۲۸۰]

ج ۳، رقم: ۳۸۱۷]

بدون دریافت کرنے اس امر کے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ چنانچہ وجہ آئندہ شاہد عدل ہے، اس مدعا پر واللہ أعلم بالصواب۔

وجہ سوم: ہذا الدلیل قاطع وملزم للخصم لایحتمل التأویل، بل یدفع کل الأقاویل یعنی آنہ ثبت من الحدیث المرفوع، صحیح الا سناد، بأن قراءة الا امام قراءة للمقتدی فی الصلاة السریة أيضاً، كما روی محمد فی موطأہ۔

آخرنا ۱ سرائیل حدیثیوسی بن ابی عائشة عن عبد اللہ بن شداد بن الہاد قال: أم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ☆ فی العصر، قال فقرا رجل خلفه فغمزه الذي يليه، فلما أن صلی قال: لم غمزتني قال: كان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امك فكرهت أن تقرأ خلفه فسمعه النبي صلی اللہ علیہ وسلم فقال: من كان له ۱ امام فان قراءته له قراءة، انتهى۔ یعنی جماعت کی آنحضرت نے نماز عصر کی، پس قرأت پڑھی ایک شخص نے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، پس ٹوکا اس کو پاس والے نے، بعد سلام پھیرنے کے، کہا اس نے کہ کیوں ٹوکا تو نے مجھ کو؟ کہا کہ برا معلوم ہوا مجھ کو، پڑھنا تیرا پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، پس سن کر فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ قرأت امام کی قرأت مقتدی کی ہے۔

(۱) الموطأ للإمام محمد: باب القراءة فی الصلاة - خلف الا امام [ص: ۱۰۱]

☆ اصل میں ”حدیثی“ کے بجائے ”عن“ ہے۔

☆ اصل میں ”الناس“ کا اضافہ ہے۔

روایت کیا اس حدیث کو امام محمد نے موطا میں۔

چونکہ یہ روایات صرف واسطے ثبوت اس امر کے بیان کی گئی ہیں، کہ نماز سر یہ میں بھی قرأت خلف امام لازم نہیں۔ پس اس مقام پر نہ عود کرے شبہ سابق، کہ ان روایات سے منع قرأت ماورائے فاتحہ مراد ہے، کیونکہ جواب اس اعتراض کا، عنقریب ساتھ براہین قویہ کے بیان ہو چکا ہے۔

وروی الیث بن سعد عن أبی یوسف، عن أبی حنیفة، عن
موسی بن أبی عائشة عن عبد اللہ بن شداد عن جابر بن عبد اللہ
أن رجلاً، قرأ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الظهر
أو العصر، فأوماً ۱ لیه رجل، فنهاه فلما انصرف قال نهانی أن
أقرأ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فتذاکر اذ لک حتی
سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: من صلی خلف
الا امام فاما ن قراءة الا امام له قراءة، انتهى.

[۵۱]

ذکرہ المر ترضی الحسینی فی شرح المسند وسنده
صحیح^(۱) وأيضاً أشارا لی هذا الحديث ۱ بن الهمام فی فتح
القدیر حیث قال وفي رواية لأبي حنیفة أن ذلك كان فی
الظهر أو العصر بكذا "أن رجلاً قرأ خلف رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فی الظهر أو العصر، فأوماً ۱ لیه رجل فنهاه،

(۱) مسند الا امام الأعظم لملا علی قاری: ۱ اختلاف قراءة المقندي خلف الا
[ص: ۱۵۱-۱۵۰ مطبع محمدی، لاہور: ۱۳۰۰ھ] تحقیق: خلیل محی الدین الیس
ص: ۳۰۹ [دار الکتب العلمیہ - بیروت: ۲۳۰۵ھ].

فلما انصرف قال: أنبهاني^(۱) الخ.

حاصل معنی اس حدیث کے بھی یہی ہیں، کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، بطور فیصلے کے، کہ قرأت امام کی قرأت ہے واسطے مقتدی کے۔ ذکر کیا اس حدیث کو مرتضیٰ حسینی نے، شرح مسند میں اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں، اور اسناد اس حدیث کی صحیح ہے۔

قال العمري في شرح البخاري: وأخرج الدارقطني عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم: قال يكفيك قراءة الامام خافت أو جهل^(۲).

یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، کفایت کرتی ہے تجھ کو قرأت امام کی سریرہ اور جہر میں روایت کیا اس کو دارقطنی نے

پس اب واجب ہو عمل کرنا آیت اور حدیث کا اوپر اس بات کے کہ قرأت خلف امام مطلقاً جائز نہیں یعنی قرأت سورۃ فاتحہ وغیرہ کی مقتدی کو کسی نماز میں، جہر یہ ہو یا سریرہ ہرگز درست نہیں۔ تاکہ جمیع احادیث صحیحہ اور آیت میں توافق حاصل ہو۔ کما هو الحق الصریح والحق احق بالاتباع.

حکایت: ایک گروہ اہل علم کا واسطے مناظرہ، مسئلہ قرأت خلف امام کے، امام اعظم کے پاس آیا اور کہا امام کو، کہ منع قرأت خلف امام کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا امام نے چونکہ ایک شخص کو، جماعت کثیرہ سے مناظرہ کرنا بہت مشکل ہے۔ پس لائق ہے تم کو مختار

(۱) فتح القدیر: کتاب الصلاۃ۔ باب صفة الصلاۃ۔ فصل في القراءة [ص: ۳۳۹ ج ۱]

(۲) عمدة القاري: أبواب صفة الصلاۃ۔ باب وجوب القراءة للامام والمأموم [ص: ۳۳۸ ج ۴ رقم: ۷۵۶] سنن الدارقطني: کتاب الصلاۃ۔ باب ذکر قوله ﷺ من كان له امام فقراءة

الا امام له قراءة واختلاف الروايات في ذلك [ص: ۱۲۶ ج ۱ ص: ۳۲۵ ج ۱ رقم: ۱۲۴]

کرو، اپنے میں سے ایک کو، پھر انہوں نے مختار بنا کر ایک عالم کو پیش کیا۔ امام نے کہا کہ جیت ہاں اس کی کو تم اپنی جیت ہاں سمجھو گے، کہا سب نے ہاں! فرمایا امام اعظمؒ نے جب مناظرہ ایک شخص کا کفایت کرتا ہے، جماعت کی طرف سے، پس قرأت امام کی کیوں نہیں کفایت کرتی واسطے مقتدیوں کے۔ پھر کسی کو جواب نہ آیا مغلوب ہو کر چلے گئے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

تنبیہ: چونکہ امام اعظم کو اللہ جل شانہ نے ایسی فراست عطا فرمائی تھی، کہ اکثر مضامین آیات اور احادیث مشکلہ کو، عقلی طور پر واسطے تعلیم عوام کے ایسا بیان کر دیتے تھے، کہ کسی کو گنجائش چوں و چراں کی باقی نہیں رہتی تھی۔ جیسا کہ حکایت مذکورہ بظاہر دلیل عقلی معلوم ہوتی ہے اور حالانکہ یہ مغز ہے، حدیث:

من كان له ا مام فقراءة الا مام له قراءة كما لا يخفى على المتأمل
اور بیان بعض مسائل کا احادیث نبویہ میں ایسے نسخ پر وارد ہے:

عن ابن عباس رضي الله عنه اتي رجل النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: ا ن اخشي نذرت أن تحج وأنها ماتت فقال النبي صلى الله عليه وسلم لو كان عليها دين، أكنت قاضيه قال نعم: قال فاقض الله فهو أحق بالقضاء. متفق عليه. (۱)
یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، ایک شخص نے یہ مسئلہ پوچھا کہ میری ہمشیرہ نے حج کو نذر کیا تھا اور اس نے بدون ادا کرنے حج کے وفات پائی،

(۱) صحیح البخاری: کتاب الأيمان والنذور—باب من مات وعليه نذر [ص: ۹۹۱ ج ۲، رقم: ۶۳۳۳، ص: ۱۲۰، جزء ۸ ج ۳، رقم: ۶۶۹۹] صحیح المسلم: کتاب الصيام: باب قضاء الصوم عن الميت: ص: ۵۰۹، ج: ۱، تحقیق: نظر محمد الفاریابی، [بتغییر الفاظ]

فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، اگر ہوتا اس پر قرض تو ادا کرتا؟ کہا اس نے کہ ہاں! فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، پس ادا کر قرض خدا کا، جو تیری بہن پر ہے۔ کیونکہ قرض خدا کا ادا کرنا بہت بہتر ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

پس اصحاب رائے ہونا ائمہ حنفیہ کا، باعتبار فہم اور فراست کاملہ کے ہے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے۔ امام سیوطی شافعی نے۔

عن أبي هريرة قال كنا جلوساً عند النبي صلى الله عليه وسلم، اذ نزلت عليه سورة الجمعة، فلما قرأ "وآخرين منهم لما يلحقوا بهم" قال من هؤلاء يا رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يرأجعه النبي حتى سأله مرة أو مرتين أو ثلثاً؛ قال وفيما سلمان الفارسي قال فوضع النبي صلى الله عليه وسلم يده على سلمان، ثم قال: لو كان الايمان عند الثريا لئانه رجال من هؤلاء.

قال النووي^(۱) فيه فضيلة ظاهرة لأهل فارس.

قال الشامي قال النبي صلى الله عليه وسلم لو كان الايمان عند الثريا لتناولوه رجال من أبناء فارس.

رواه الشيخان عن أبي هريرة والطبراني عن ابن مسعود وروى أبو نعيم عن أبي هريرة.

(۱) حاشیہ صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب فضل فارس [ص: ۳۱۲]

صحیح مسلم: کتاب الفضائل، باب فضل فارس [ص: ۳۱۲ ج ۲] تحقیق

والشيرازي والطبراني عن قيس بن سعد بن عبادَةَ، بلفظ: أنَّ
النَّبِيَّ قال: لو كان العلم معلقاً عند الثَّريا، لتناوله رجال من أبناء
فارس ولفظ الطبراني: لتناوله العرب، الرجال ومن أبناء فارس.
وفي رواية مسلم، عن أبي هريرة: لو كان إلاَّ يمان عند الثَّريا
لذهب به رجل من أبناء فارس حتى يتناوله.
وفي رواية للشيخين، عن أبي هريرة: والذي نفسي بيده
لو كان الدين معلقاً بالثَّريا، لتناوله رجل من فارس.
وقد كان جد أبي حنيفة من فارس. قال الحافظ السيوطي
ذال حديث الذي رواه الشيخان، أصل صحيح، يعتمد عليه
في إلاَّ شارة لأبي حنيفة وهو متفق على صحته وبه يستغني عن
ما ذكره أصحاب المناقب من الأحاديث الوضعية، قال العلامة
الشَّامي تلميذ السيوطي ماجزم به شيخنا من أن أبا حنيفة
هو المراد من هذا الحديث ظاهر لا شك فيه، لأنَّهم يبلغ من أبناء
فارس، في العلم مبلغه أحد^(١) انتهى كلام الشَّامي ملخصاً.
يعني، فرما يا آنحضرت صلى الله عليه وسلم: أنَّه إذا كان الإيمان قريباً من الثَّريا

(١) صحيح البخاري: كتاب التفسير—باب قوله وآخرين منهم لما يلحقوا
[ص: ٤٢٤، ج: ٢، رقم: ٣٤٨، ص: ١٢٦، جزء: ٦، ج: ٢، رقم: ٣٨٩٤] صحيح مسلم:
كتاب الفضائل—باب فضل فارس [ص: ٣١٢، ج: ٢، ص: ١٩١، ج: ٤، رقم: ٢٥٣٦]
المعجم الاوسط للطبراني: من إسمه مقدم ص: ٢٩٩، ج: ٦، رقم: ٨٨٣٨ [دار الكتب
العلمية، بيروت: ١٣٢٠هـ] بتغير الالفاظ.

ردالمحتار: مقدمه—مطلب يجوز تقليد المفضل مع وجود الافضل، ص: ٣٤،
ج: ١ [م: مجتبهاني—دهلي: ١٢٨٤هـ]

البتہ لیتے اور پاتے، اس کو کتنے شخص فارس کے، یا پالیتا اس کو ایک شخص فارس کا۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم اور ابو نعیم اور طبرانی نے اور ایک حدیث یوں وارد ہے کہ قسم ذات پروردگاری، کہ اگر ہوتا دین معلق ساتھ ثریا کے، تحقیق پاتا اس کو ایک شخص فارس کا۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

اور تھاجد امجد امام صاحب کا فارس سے، کہا امام سیوطی شافعی ائمہ ہب نے، کہ یہ حدیث صحیحین کی کافی ہے، واسطے تعریف امام اعظمؒ کے، اور کہا علامہ شامی نے کہ کہا سیوطی استاد نے میرے، کہ نہیں مراد اس حدیث سے کوئی شخص سوائے امام اعظمؒ کے حق صریح ہے، کیونکہ امام اعظمؒ کے برابر کوئی عالم ابنائے فارس میں سے نہیں ہوا۔

[۱۰۸]

وفي الشّامي قال ابن حجر: قال بعض الأئمة لم يظهر لأحد من أئمة الا سلام المشهورين مثل ماظهر لأبي حنيفة من الأصحاب والتلاميذ ولم ينتفع العلماء وجميع الناس بمثل ماانتفعوا به وبأصحابه في تفسير الأحاديث المشتهة والمسائل المستنبطة والنوازل والقضايا والأحكام. جزاهم الله تعالى الخیر التام انتهى (۱)

یعنی کہا ابن حجر شافعی نے، کہ کہا ہے بعض ائمہ نے کہ نہیں ظاہر کثرت شاگردوں اور تبعین کی واسطے کسی امام کے، مثل امام اعظمؒ کے، اور نہیں نفع اٹھایا علماء اہل اسلام نے امام اعظمؒ جیسا، کسی امام سے، تفسیر احادیث مشککہ اور مسائل قیاسیہ وغیرہ میں۔

جب کہ احادیث صحیحہ سے ثابت کر دیا، امام سیوطی شافعی المذہب وغیرہ نے، کہ علم اور فراست دین کی، امام اعظم جیسے کسی امام کو حاصل نہیں ہوئی پس جو شخص اصحاب رائے ائمہ حنفیہ کو بایں معنی کہتے ہیں، کہ تمسک ان کا آیات اور احادیث سے نہیں، سخت گمراہ اور کذاب ہیں مثل رفاض اور خوارج کے۔ کیونکہ امام اعظم قیاس پر اس وقت عمل کرتے تھے، کہ جب کسی صحابی کا قول بھی نہ ملے، جیسا کہ امام ربانی نے مکتوبات کی دوسری جلد میں یوں لکھا ہے:

امام ابوحنیفہ در تقلید سنت از ہمہ پیش قدم است، احادیث مرسل را در رنگ احادیث مسند شایان متابعت می داند و بر رائے خود مقدم می دارد، و بچنین قول صحابی را بواسطہ شرف صحبت خیر البشر علیہ وسلم الصلوٰات والتسلیمات، بر رائے خود مقدم میدارد، و دیگران نہ چنین اند، مع ذلک مخالفان اور اصحاب رائے میداند و الفاظی کہ معنی از سوء ادب اند با و منتسب می سازند، با وجود آنکہ ہمہ یکمال علم و وفور ورع و تقویٰ او معترف اند، حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ایشان را توفیق دہاد کہ آزار رأس دین و رئیس اسلام نہ نمایند، و سواد اعظم اسلام را یزیدانہ کنند بیری یلون لیطفوا نور اللہ باہو اھم جماعہ کہ اس اکابر دین را، اصحاب رائے می دانند، اگر اس اعتقاد دارند کہ ایشان را برائے خود حکم می کردند، و متابعت کتاب و سنت نمی نمودند، پس سواد اعظم از اہل اسلام بزعیم فاسد، ایشان ضال و مبتدع باشند بلکہ از جرگہ اہل اسلام بیرون بوند، اس اعتقاد نکند، مگر جاہلے کہ از جہل خود بے خبر است، یا زندقہ مقصودش ابطال شطردین است ناقصے چند احادیث چند را یاد گرفته اند، و احکام شریعت منحصر در اس ساختہ اند و اورائے معلوم خود را نفی می نمایند، و آنچه نزد ایشان ثابت نہ شدہ منقہی می سازند، شعر:

چو آن کرے کہ درنگے نہاں است زمین و آسمان او ہماں است

انتہی ملخصاً^(۱)

ترجمہ: (۲) عجیب معاملہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سنت کی پیروی میں سب سے پیش پیش ہیں، حتیٰ کہ احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح متابعت کے لائق جانتے ہیں اور ان کو اپنی رائے پر مقدم کرتے ہیں اور اسی طرح صحابہؓ کے قول کو، حضرت خیر البشر علیہ وسلم الصلوٰات والتسلیمات کی شرف صحبت کے باعث، اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں، دوسروں کا حال ایسا نہیں ہے۔ اس کے باوجود مخالفین، ان کو ”صاحب رائے“ کہتے ہیں اور ایسے ایسے الفاظ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں، جن سے بے ادبی ظاہر ہوتی ہے، حالانکہ وہ سب ان کے کمال علم اور ورع و تقویٰ کی کثرت کا اقرار کرتے ہیں، حق سبحانہ و تعالیٰ ان حضرات کو توفیق عطا کرے، کہ وہ دین کے پیشوا اور اہل اسلام کے سردار کی دل آزاری نہ کریں اور اسلام کے ”سواد اعظم“ کو ایذا نہ دیں۔ یُسْرِیْذُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَہِہِمُ [توبہ آیت: ۳۲] وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔

وہ لوگ جو دین کے ان اکابر کو ”صاحب رائے“ جانتے ہیں اگر وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بزرگوار اپنی رائے سے حکم کرتے تھے اور کتاب و سنت کی متابعت چھوڑ دیتے تھے، تو ان کے فاسد خیال کے مطابق اہل اسلام کا ”سواد اعظم“ گمراہ اور بدعتی ہوا بلکہ گروہ اسلام سے بھی باہر ہوگا۔ اس قسم کا

(۱) مکتوبات امام ربانی: جس: ۱۴-۱۵، حصہ ہفتم، مکتوب: ۵۵ ج: ۳ [عکس نسخہ: حواشی و تصحیح مولانا نور محمد امرتسری]

مکتبہ القدس۔ کوئٹہ

(۲) اردو ترجمہ مولانا سید ذوالحسین شاہ صاحب دفتر دوم مکتوب: ۵۵، ص: ۲۰۱-۲۰۲۔ مطبوعہ دہلی ۱۳۳۳ھ-۲۰۱۲ء

اعتقاد وہی بے وقوف جاہل کر سکتا ہے، جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے، یا پھر وہ زندیق، جس کا مقصود دین اسلام کے نصف حصہ کو باطل کرنا ہے۔ ان چند ناقص لوگوں نے چند احادیث یاد کر لی ہیں اور احکام شریعت کو ان ہی میں منحصر جانتے ہیں اور اپنی معلومات کے سوا سب کی نفی کرتے ہیں، اور جو کچھ ان کے نزدیک ثابت نہیں، اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

چو آں کرے کہ در سنگے نہاں است زمین و آسمان او ہما است
وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے وہی اس کی زمین اور آسمان ہے

یعنی مذہب امام اعظم کا، موافق زیادہ ہے ساتھ حدیث کے۔ پس اصحاب الرائے کہنے والے، امام اعظم کو بایں معنی، کہ متابعت قرآن وحدیث کی نہیں کرتے، بلکہ قیاس پر عمل کرتے ہیں، جاہل یا زندیق ہیں۔

اسی طرح لکھا ہے شیخ عبدالحق نے شرح سفر سعادت میں ^(۱) اور شاہ ولی اللہ نے فیوض الحرمین ^(۲) میں اور امام شعرانی نے میزان ^(۳) میں۔ واللہ یھدی من یشاء ا لی صراط المستقیم۔

اب کہتا ہے کاتب الحروف احمد علی، کہ یہ عاجز مسائل مختلفہ بین الائمہ میں سکوت اور ترک تنازع کو، بہتر ترین امور کا سمجھتا ہے۔ کیونکہ حکم قطعی کا ثابت ہونا، مسائل اجتہادیہ میں محال ہے، بلکہ مد نظر شارع کا یہی ہے۔ قال علیہ السلام اختلاف امتی رحمة یعنی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، اختلاف امت میری کارحمت ہے، تاکہ ہر

(۱) شرح سفر سعادت از شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص: ۲۳-۲۴ منشی قول کشور۔ لکھنؤ: بلاسنہ

(۲) فیوض الحرمین: شاہد آخری بالا جمال ص: ۶۴ مطبع احمدی۔ دہلی: ۱۳۰۸ھ

(۳) کتاب المیزان لعبد الوہاب الشعرانی: مقلدۃ الكتاب۔ فصل فی بیان ضعف قول من

نسب الا امام ابا حنیفہ ص: ۷۱ ج ۱ اکمل المطابع۔ دہلی: ۱۲۸۶ھ

مجتہد بموجب فہم و فراست اپنی کے، مسائل قیاسیہ کو اولہ شرعیہ سے استنباط کر کے، ثواب پائے، ورنہ مسائل اختلافیہ بھی ساتھ دلائل قطعیہ کے، قرآن و حدیث میں مثل باقی مسائل صوم و صلوٰۃ کے بیان ہوتے۔

بل في هذا الاختلاف حكمة غامضة. كما قال السيوطي في
جزيل المواهب في بيان اختلاف المذاهب: اعلم أن
١ اختلاف المذاهب في هذه الملة، منة كبيرة وفضيلة عظيمة،
وله سر لطيف أدركه العالمون وعمي عنه الجاهلون، حتى
سمعت بعض الجهال يقول النبي صلى الله عليه وسلم جاء
بشرع واحد فمن أين مذاهب أربعة؟ ومن العجب أيضاً من
يأخذ في تفضيل بعض المذاهب على بعض تفضيلاً، يؤدي
١ إلى تنقيص المفضل عليه وتقيحه، وربما أدى إلى الخصام
بين السفهاء وصارت تفضيلاً حمية الجاهلية، والعلماء
ينزهون عن ذلك.

وقد وقع الاختلاف في الفروع بين الصحابة وهم خير
الأمّة، فما خصم أحد أحداً فكيف. وقد ورد أن اختلاف هذه
الأمّة رحمة من الله تعالى؛ وقال عليه السلام: "إن
أصحابي بمنزلة النجوم في السماء فأيا أخذتم واهتديتم"
١ اختلاف أصحابي لكم رحمة.

وقال أي السيوطي: أن في هذا الحديث فوائد: منها أخباره
صلى الله عليه وسلم باختلاف المذاهب بعده في الفروع،
ورضاءه بذلك، وتقرره عليه ومدحه له حيث جعله رحمة،

فَيَسْتَنْبِطُ مِنْهُ أَنْ كُلَّ الْمُجْتَهِدِينَ عَلَى هَدًى أَوْ كُلِّهِمْ عَلَى حَقٍّ، فَلَالِئُومٌ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ، وَلَا يَنْسَبُ إِلَيْ أَحَدٍ مِنْهُمْ تَخْطِئَةٌ. لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَأَيُّمَا أَخَذْتُمْ بِهِ اهْتَدَيْتُمْ. وَفِي ذَلِكَ سِرٌّ لَطِيفٌ.

فَمَنْ ثَمَّ، رَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمُدْخَلِ بِلَفْظٍ: مَا يَسْرُنِي لَوْ أَنَّ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ لَمْ يَخْتَلَفُوا لِأَنَّهُمْ لَوْ لَمْ يَخْتَلَفُوا لَمْ تَكُنْ رِخْصَةً. انْتَهَى كَلَامُ السَّيُوطِيِّ مُلَخَّصًا. ^(۱)

حاصل کلام سیوطی کا یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کو چوراہا کہنے والا جاہل اور گمراہ ہے اور اسی طرح طعن کرنے والا کسی مذہب کو مذاہب اربعہ سے درجہ جہالت میں پر رہا ہے، کیونکہ اختلاف مذاہب اربعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث اصحابی کا لتجوم الفح میں بطریق پیشین گوئی اور مرثدہ کے بیان فرمایا ہے، پس بموجب اس حدیث کے اختلاف مذہب کو بدعت اور طرف کسی امام کی نسبت خطا کی کرنے والا گمراہ اور منکر ہے حدیث کا۔

پس طالبان دین را مناسب، بل انب است کہ ازین ورطہ ضلالت یعنی جدل و مناقشہ کہ موجب تصحیح بایں می شود محترز باشند، ورتبہ اجتہاد و استنباط احکام از نصوص، و ترجیح یکے بر دیگر و معرفت ناخ و غیرہ، امور متعلقہ آں، دریں ایام بسبب بعد زمان و غلبہ جہل و شوارو ہمیں گشت، ما راجعہ التزام تقلید، والا از طرف شارع بتقلید یکے از ابی حنیفہ و شافعی و غیرہما، ماہ نہ ایم۔ لکن ہر گاہ کہ لاچار شدیم از معرفت احکام دین، بسبب قصور در علم و فہم و ست بدیہ یکے از سلف زدیم، چرا کہ یمن میدانیم کہ اگر پیرو رائے خود خوانیم شد، بجہت عدم تفقہ / دین ۱۲۱ و غلبہ ہوائی غن در سفاک ضلالت خوانیم افتادہ و لا ماما شاء

پس راہ سلامت روی ہمیں است کہ ہر کہ را توفیق یزدانی دست دہد بہ عمل و تقویٰ
کوشد، و از بحث و تنازع خود را دور کند۔ و اتباع مذہبی از مذاہب اربعہ اختیار کند۔ زیرا کہ اکثر
مباحثہ مابین منجر بہ نفسانیت و پی روی سخن میشود۔ تا آنکہ بسا اوقات قائل خود بدل خویش می
فہمد، کہ حق بجانب من نیست لکن ازاں بسبب خواہش نفسانی، و دواعی شیطان بازی
گردد۔ بلکہ جو یای این می شود، کہ معنی آیت و حدیث بجهت دعوے باطل خود تاویل کنم،
نعوذ باللہ من شرور أنفسنا۔

برائے ہمیں معنی از جواب مسئلہ ہذا، چند بار پہلو تہی کردم، لیکن چون خلاص نیافتم مگر
تحریر آں، و نیز استماع حال تدین و تقویٰ، مولوی محمد شاہ صاحب کہ بہ تحریک اس سلسلہ اند،
موید اس گشت۔ چرا کہ اہل حق را غرض از استفسار تحقیق می باشد، نہ بحث و جدل۔ لہذا طوعاً
و کرہاً باوجود بے مایگی و عدم ہم رسی مواد، کمابیش چند سچان حسب حوصلہ ناقص خود، از دلائل
حنفیہ ہر چہ سردست بنظر گذشتہ، از کتب تتبع کردہ، بضمّن تحریر آوردم، و از خطاء سہو دریں جملہ
ایمن نیم۔ اگر کسی برادر مسلم بر آں مطلع شود، مرا ہم اگر ممکن باشد، ارشاد حق نماید۔

جزاه اللہ خیر الجزاء۔ فنسأل اللہ التوفیق لما یحب و یرضی،

والہدایۃ ا لسی طریق الہدی، وأن یجعل آخرتنا خیراً من الأولى۔ و آخر
دعوانا أن الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام علی رسولہ
محمد و آلہ وأصحابہ أجمعین۔

تمت۔ ہزارے شکر و سپاس کہ کتاب مستطاب، فیض انتساب، أعنی ترجمہ:
دلیل القوی علی ترک القراءۃ للمقتدی تبارخ ہشتم ماہ رجب سنہ ۱۲۹۵ھ مقدس معلی
در مطبع رحیمی منشی عصمت اللہ واقع سرائے نواب علی محمد خاں صاحب [غالب الدھیانہ] صورت
اختتام یافت۔